اللّٰھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بعونہ تعالیٰ

جلد اول

تقریر لاثانی

در رد ازالہ اوہام قادیانی

المعروف بہ

خیالات قاسمی

مؤلفہ قاسم علی خان ریونیو کلرک ملازم محکمہ سرہند نہر

متعین مقام لودیانہ

بماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۱۵ھ

مطبع سیول اینڈ ملٹری نیوز لودیانہ میں طبع ہوئی

تعداد جلد ۷۰۰

قیمت فی جلد عہ

اِلتماس

شایقین ناظرین باتمکین - طالبان حق الیقین و عین الیقین مبصران خوردہ بین کی
خدمت میں بصد نیاز - ادبا - التماس ہی کہ فہم و ذکا کی جواہر بین کو کام میں لائیں -
اور جو - جو - جواہر آبدار - ولآلی شہوار - طرز مضمون پیش نظر ارباب بصیرت نذر
کیئے جاتے ہیں - اُنکے ہر ایک پہلو کو نظر عمیق اور غور سے ملاحظہ فرمائیں اور میزان
اِنصاف میں وزن کر کے قیمت اندازی اور قدر افزائی کے لائق اگر سمجھیں تو
اِس ہیچمدان کی غواصی کی داد دیں - اور چونکہ مجھے اپنی کم مائگی سے سہو و خطا کا
بہت بڑا یقین ہی - اِسلیئے جس پہلو میں نقص دیکھیں اپنی فراخ حوصلگی - عالی ہمتی -
دریا دلی - سخاوت خسروانہ - مد نظر رکھکر معافی سے محروم نہ رکھیں +

غزل

اوہام کا ازالہ کیا خوب یہہ مقالہ	اشکال جسقدر ہیں حل کیلیئے ہی آلہ	اوہام سے نکالا تردید کا حوالہ	بدلے میں اسکے ساقی کوثر کا دین پیالہ
مانے ہی جسکو مرزا مکتوب آسمانی	اُنکے سوا کسی کا پایئں نہ یاں حوالہ	مضمون ابتدائی تحریر چند سالہ	مجموعہ سب کا ہوکر اک بن گیا رسالہ
اُنکے لئے کمک ہی لڑتا ہی جو پیادہ	ہی قادیاں سے لیکر میدان تا بٹالہ	قلمی جو فوج حقہ ہی بے سلاح نیا لیکن	اب فتح جسکو چاہے دیوے خدا تعالیٰ
جرنیل فوج اسلام کہلا کی پھر وہ افسوس	پردہ میں لیکے رشوت ہوتے ہیں ہم نوالہ	کرتے پھریں ہیں گھر گھر موتی مسیح ظاہر	پیتے ہیں زر کی لالچ کیوں خون کا پیالہ
پا کر رقیب دلبر پڑتی ہی چوٹ دلپر	مرنیکا خوف دینا یہہ ڈھنگ ہی نرالا	نوٹس کیا جو شایع مشروط با شرائط	ہوگا موثر اُسدم جب ہوگیا حوالہ
فرزند و زن کی نسبت الہام یوں نکالا	عاق و طلاق دونوں ہونگی وُہ لا محالہ	یہہ مسئلہ ہی شرعی شک اسمیں کچھ نہیں ہی	جو ہو ولی سے منکر سمجھو اُسی رذالہ

خاموش اب ہو قاسم کافی ہی اک اشارہ
پاداشن معنوں کی کرنا خدا حوالہ

انی خالق بشرا من طین فاذا سویته ونفخت فیہ من روحی
ویسئلونک عن الروح ـ قل الروح من امر ربی

تعز من تشاء وتذل من تشاء
بیدک الخیر ـ انک علی کل شیء قدیر

خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ
کل امر مرھون باوقاتہا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حصہ اوّل

وما اوتیتم من العلم الا قلیلا   (خیالاتِ قاسمی)   ما عرفناک حق معرفتک

تمہید

حمد ـ وثنا ـ کے لائق ـ وہی ہے ـ جو خالق ہے ـ درود نامحدود ـ اُس پر جسکو فرد خلق کیا ـ گم گشتگان بادیہ ضلالت کے لئے چراغ ہدایت بنایا اور رہروان جادۂ عرفان کے لئے نور معرفت کیا ـ جسکا وہ خود ثنا خوان ہے ـ بشر کی کیا طاقت کہ شمہ بھر بھی بیان کر سکے ـ اسلئے ـ حوالت باخدا کردیم ودر فتیم ـ کا سلسلہ جاری ہی ـ اما بعد ـ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست ـ ہر فرد بشر میں ایک طبعی خواہش ہے کہ میں سب سے اعلیٰ ہوں خواہ کسی طرح سے اُس کے حاصل کرنے کی کوشش کی جاوئے ـ اور چونکہ یہہ فعل کسی حد تک محدود نہیں ہے تو پس ہزار ہا طریقوں میں سے جو جسکو مرغوب ہوا اختیار کیا ـ اور یہہ قاعدہ مسلّمہ ہے اور تجربہ سے بھی معلوم ہوا کہ جس چیز سے رغبت کاملہ ہوتی ہی اُس کے اوصاف نادر الوصف یہاں تک بیان کئے جاتے ہیں کہ قیاس بشری اس کا متحمل نہیں ہوسکتا ہے ـ بعضے بعضے معاملات میں جو ایسی زیادتی ہو جاتی ہے ـ تو اگرچہ کسی ایسی بنا پر نہیں ہوتی کہ خلقت کو دھوکہ دیا جائے یا اُس طرف راغب کر لیا جاوے چونکہ اپنی طبیعت کو اعلیٰ درجہ کی رغبت ہوتی ہے ـ اور سوائے اُس کے کوئی دوسری شئے بہتر نہیں معلوم ہوتی ـ اس سبب سے جو کلمات اسکی محبت شوق و ذوق میں صادر ہوتے ہیں وہ افزوں از قیاس ہو جاتے ہیں ـ کوئی طریقہ ـ فرقہ یا مذہب اس سے خالی نہیں ہے ـ اگر تمام فرقوں طریقوں اور مذہبوں کے خیالات جو اُن کے

موجدوں کی نسبت ہیں بیان کئے جائیں تو خالی از طوالت نہیں۔ آجکل کے زمانہ میں چونکہ صدہا کتابیں چھپ گئیں اور چھپتی جاتی ہیں اُن کے دیکھنے سے سب کچھ عیاں ہوسکتا ہے (توپس ایسے اشخاص جن سے ایسے کمال ہیں کچھہ سرزد ہوا) اُن کے اقوال کسی ثبوت عقلی ہیں پیش کرنے محض بے عقلی ہے۔ کیونکہ علم کو عقل انسانی محدود نہ کرسکی اور نہ کرسکیگی۔ توپس جب علم کے لئے کوئی حد اور قید نہیں ہے تو ہم یہہ کہاں سے ثابت کرسکیں گے کہ یہہ فعل راست ہے یا دروغ۔ ہاں صرف اپنی محدودہ معلومات سے اُسکی مطابقت کرینگے۔ اور فتوی دینگے۔ چونکہ اسکا فیصلہ بہت مشکل انسان کے لئے ٹھہرا۔ اب یہہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ سب ناقص العقل ہیں کامل العقل کوئی اور ہی ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ کوئی فرد بشر اعتراض سے بچ نہیں سکتا اور یہہ سلسلہ دائمی ہے اسی طرح سے جاری رہنا بھی اُس کو لازمی ہے۔ جرأت[1]۔ حمیت[2]۔ مروت[3]۔ الفت[4]۔ محبت[5]۔ قومیت[6]۔ برکت[7]۔ غیرت[8]۔ دیانت[9]۔ امانت[10]۔ رحمت[11]۔ اعانت[12]۔ نجابت[13]۔ شرافت[14]۔ کرامت[15]۔ عدالت[16]۔ عداوت[17]۔ جلالت[18]۔ شقاوت[19]۔ ضلالت[20]۔ حماقت[21]۔ کراہت[22]۔ رعایت[23]۔ بغاوت[24]۔ دُنایت[25]۔ سخاوت[26]۔ جسارت[27]۔ متانت[28]۔ ذہانت[29]۔ قساوت[30]۔ لجاجت[31]۔ رعونت[32]۔ شفقت[33]۔ فصاحت[34]۔ بلاغت[35]۔ ریاضت[36]۔ کہالت[37]۔ جہالت[38]۔ شجاعت[39]۔ قناعت[40]۔ اور علیٰ ہذا القیاس صدہا اسی طرح کی عادات طبعی اسی مادّہ کی ہیں علم الیقین عین الیقین کی نسبت کیا کہہ سکتے ہیں۔ بھر ذات علم جسکی فروع یہہ موجودات معلوم ہوتی ہیں۔ اور اُس ہیں کچھہ اثر اُس علم کا (جیسے کہ شعاع آفتاب) پایا جاتا ہے۔ اور مخرج اس کا وہی ذات علم ہے تو پھر اس بے بضاعتی پر وہ گھمنڈ کہ ہمچو من دیگرے نیست۔ اس کو بھی ایک فطرتی مادّہ کہنا چاہئے۔ اس کے چند لوازم ہیں۔ بولنا۔ سُننا۔ سونگھنا۔ چکھنا۔ محسوس کرنا۔ یا جیسے حواس خمسہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ پھر چلنا پھرنا۔ اُٹھنا۔ بیٹھنا۔ جاگنا۔ سونا۔ کھانا۔ پینا۔ اور علیٰ ہذا القیاس۔ اگر اس ہیں سے ایک میں بھی فتور آیا (تو یہی بے بضاعتی پر مصداق) کہ اُس کو اپنے لئے دوبارہ حاصل نہیں کرسکتا۔ غصّہ۔ حسد۔ کینہ۔ بغض مکر۔ فریب۔ دغا۔ افترا۔ رشک۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہہ بھی سب فطرتی اوصاف ہیں۔ ان کو انسان خود ہی جس طرح سے چاہے حتی الامکان عمل میں لاسکتا ہے۔ عیب جوئی یہہ ایک ایسا فعل ہے کہ ہر ایک متنفس کا فطرتی فعل اس سے خالی نہیں۔ علم انسانی نے اِس فعل کو فعل حسنہ قرار نہیں دیا ہے بلکہ فعل قبیحہ سے

تعبیر کی ہے۔ تاہم ہر ایک فرد بشر اسکو فخر سمجھتا ہے۔ اور اسی میں اپنی ذاتی لیاقت اور شہرت کا باعث خیال کرتا ہے۔ اور جب تک کوئی سبب۔ علت العلل یا (کاز) کچھ کہو نہ بن جائے۔ اس کے فوائد اور نتیجے حاصل نہیں ہو سکتے ہیں۔ تو ہر ایک شخص ایک نئی طرز اور نئے خیال کے پیدا کرنے میں کوشش کرتا ہے۔ تاکہ اُسکی شہرت کا باعث ٹھہرے۔ اور فوائد دُنیوی اُس سے حاصل ہوں یا کسی کو دینی۔ جناب فخر الہند آنریبل سر سید احمد خان صاحب بہادر کے۔ سی۔ ایس۔ آئی کہ جن کی ذات نے علم ظاہری کو ترقی دی اور اہل اسلام کا پایہ کہاں تک بلند کیا وہ بھی اس فن میں فرد ہیں جسکا نتیجہ جناب مسٹر محمود صاحب بہادر فضل الٰہی موجود ہیں اور اگر یہی سعی بلیغ رہی تو اوروں کے ہونے کی امید قوی ہے۔ دینی معاملات میں نجات آخرت کا وہ فتوی کہ ہر فرد بشر داخل جنت دین و دنیا دونو حاصل۔ علم دین ہیں اور احادیث کی اشاعت میں۔ مولانا ہادینا جناب مولوی نذیر حسین صاحب مجدد وقت اُن کی نظیر کہاں سے لائیں یہہ بھی بے نظیر۔ مولانا نواب مولوی صدیق حسن خانصاحب بہادر مرحوم و مغفور کی یادگار کہ جنہوں نے بہ صدق دل مال وجان سے کہاں تک حمایت دین اسلام کی۔ تو بس ایسے اشخاص جو شاذ و نادر پیدا ہوتے ہیں۔ اُن کے طرز کلام اور فہم معانی کے لئے استعداد بھی اُسی درجہ کی ہونی چاہئے۔ ورنہ کوئی نیچری۔ کوئی وہابی۔ کوئی مرتد۔ کوئی مرزائی اور اور صفات سے موصوف بنتا ہے۔ غرض کہ ہر ایک فرقہ اس سے خالی نہیں۔ ماورائے اسکے اگر اور مذاہب میں دیکھا جاوے تو وہاں بھی مہذب ہو جانے کے سبب سے صدہا فرقے ہو گئے۔ تشریح میں طوالت ہے۔ شائق کُتب ہائے ہر مذاہب جو آجکل کثرت مطابع سے بکثرت چھپ رہی ہیں۔ اور خفیف خرچ سے بہم پہنچتی ہیں دیکھ سکتے ہیں دیگر یاد رہے۔ چونکہ اہل ہند کے عوام میں علم رواجی۔ یعنے صرف لکھنا پڑھنا۔ اُردو زبان کا (وہ بھی با محاورہ کہاں) قدرے قلیل رہگیا ہے۔ بے بضاعتی۔ بیقدری۔ کم قیمتی کا بازار گرم اسپر یہہ کثرت کہ شہر تو کیا۔ کوئی قصبہ بھی خالی ایک دو مطبع سے نہ ہوگا۔ تو پھر غلطی اور سقم۔ کتابت میں نہ ہونے کی کیا وجہ۔ بیچارے کاتب چھپنا ٹیلر سے بڑھکر مکھی کی مکھی مارنیوالے جنکو سوائے نقل کے اور کچھ مادہ ہی نہیں۔ نقل کو بھی عقل یا کچھ مادہ چاہئے وہ اس سے بھی محروم۔ تو پھر نقل مطابق اصل ہونا بھی دشوار۔ مالکان مطابع خود بھی مجبور۔) ایسی کتابیں دیکھکر اور پڑھکر مصنف یا مؤلف کی زیادہ عیب گیری

اور نکتہ چینی نہ کریں کیونکہ بہت سا الحاق تو ان حضرات کی بدولت ہوا منصف مزاج تو خود ہی انصاف کریگا۔ کہ کاتب صاحب کی عنایات ہیں اور ایسے مطبع بہت کم ہیں کہ جن کے مالکوں کو خود مادہ علمی ہے۔ اور اس امر پر توجہ ہے کہ بدون تصحیح حتی الامکان کوئی کتاب نہ چھپے تو جو ایسے مطبع کی مطبوعہ کتاب ہو۔ وہ البتہ قابل دید ہے۔ اس قول کا مصداق مسٹر ہارن صاحب کا خیال جو بدلائل پیش نظر ارباب فہم کیا گیا ہے اور جو کتاب لاجواب اعجاز التنزیل (مصنفہ عالیجناب فخر خاندان جناب معلی القاب وزیر الدولہ مدبر الملک خلیفہ سید محمد حسن خان بہادر سی۔ آئی۔ ای۔ مرحوم ومغفور سابق وزیر اعظم ریاست پٹیالہ جن کی ذات بابرکات ایک چشمہ فیض تھا کہ جاری تھا) جس کے مطالعہ سے ارباب بصیرت کی نظروں میں وہ پورا پورا ناٹک۔ فوٹو۔ یا مرقع۔ اُسوقت کا جس کو ۱۳ سو برس گذر چکے۔ ایسا جم جاتا ہے۔ اور نقش کالحجر ہو جاتا ہے کہ اُس کا پھر اُکھڑنا یا حک ہونا صفحہ خیال سے ممکن نہیں۔ یہہ وصف اور تصانیف اہل علم میں کم پایا جاتا ہے۔ یہہ کلام الہام سے خالی نہیں کیونکہ مبنی کسی ذاتی فوائد پر نہیں۔ خالی از تعصب۔ حق گوئی کا شاہد۔ پُر تاثیر ہونے کی یہہ ہی وجہ۔ اُس کے صفحہ ۴۹۳ سے ۵۰۰ تک اُس وقت کی نسبت کہ جس زمانہ کو گذرے ہوئے صدہا سال ہوئے درج ہے اُس کا مطالعہ فرماویں۔ اور ابتو روز بروز بدتر ہے۔ اکثر مورخوں سے بھی غلطیاں ہوتی ہیں جنکو اُنہوں نے صحیح نہیں کیا کسی نقل کو جیسا پایا ویسا ہی نقل کر دیا بدیں غرض کہ وہ لوگ صرف مورخ گذرے جیسا پچھلا مذکور ہوا وہی درج کر دیا تحقیق کی طرف رجوع نہیں ہوئے نہ اپنی رائے ظاہر کی۔ بعضے اشخاص اپنی مطلب برآری کے لئے عبارت کے معنے کو ایسے سٹائیل۔ طرز کلام۔ پیرایہ۔ یا ڈھنگ میں بدل لیتے ہیں کہ جس سے اُن کا ذاتی مطلب نکل آوے اور یہہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب تک کوئی عام پسند خیال کی برائیاں اور اپنی تجدید خیال کی خوبیاں بدلائل قوی پیش نہ کی جائیں تب تک ارجاع خلق بہت مشکل۔ بنا علیہ اشخاص متذکرہ بالا کی شہرت قدر و منزلت کو دیکھکر۔ ان سببوں میں سے کوئی ایک سبب ہو (حسد۔ رشک یا خود ستائی) چنانچہ فی زماننا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی زادہم اللہ درجہ۔ نے بھی اس طرف عنان توجہ پھیری۔ اول شارح مفسر قرآن شریف۔ بعد ازاں مجدد۔ ملہم۔ پھر ولی اویسی۔ اب مثیل المسیح مسیح موعود اور مہدی مسعود۔ ابھی دیکھئے کتنے جون پلٹتے ہیں مطابق شعر ہشت صد وہفتاد قالب دیدہ ام

ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام +

شروع سال ۱۸۸۰ء سے یہہ کاروائی شروع ہوئی - اول اشتہار براہین احمدیہ دیا - پھر بہت سے مبہم الہامات شائع ہوئے ———— اُن کے اقوال اور افعال کی طرف کبھی کبھی بشرط فرصت نظر ڈالی جاتی تھی - مگر جو خیالات ابتدا سے اس ذہن ناقص میں سمائے ہوئے تھے (جن میں تغیر و تبدل نے آجتک راہ نہ پائی) اور جہانتک عقل ناقص نے رائے دی یہی معلوم ہوتا رہا کہ گم کردہ راہ ہیں - گندم نما جو فروش - اور طالب جیفہ دنیا - بہت سا زور تالیفات پر ڈالا (جن کو عوام تصنیفات خیال کرتے ہیں) اکثر اُن میں سے دیکھنے میں آئیں - خود ستائی و منطقی حجت سے کوئی کلام خالی نہیں پایا - گورنمنٹ کی خوشامد صدہا پیرایہ میں یا اپنی اباؤاجداد کا احسان و استحقاق (پدرم ولی بود نزا چہ) کے مصداق ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا جس کا صلہ آجتک گورنمنٹ سے خاک بھی نہ ملا - اور اُن تالیفات کا بھی جو تائید کلام اور خلاف مرزا صاحب میں شائع ہوتی رہیں - جزوے دیکھنے کا اتفاق ہوتا رہا مگر ایک بھی جو ستائی اور تعصبات سے مبرا ہو - نہ پائی - بلکہ ۱۸۹۱ء سے زیادہ شہرہ آفاق ہوئے - جب سے اُن مضامین کو جو اپنے خیال ناقص سے وقتاً فوقتاً نکلتے رہے - اور قید تحریر میں آتے رہے - معرض التوا میں مصلحتاً ڈالتا رہا (کیونکہ اُس ابتدا زمانہ میں جبکہ اکثر ہادیان دین بھی دھوکہ بازی کو الہام سے تعبیر کر رہے تھے) اگر شائع کرتا - تو قابل وقعت نہ ہوتے - عبداللہ آتھم صاحب کا معرکہ جسکو آخری معرکہ یا فیصلہ قرار دیا گیا تھا - اس کا ظہور بھی ہو چکا - اور چونکہ اب سرد بازاری حد اعتدال سے بڑھ گئی - دواء المسک حار بھی کچھ اثر نہیں دکھاتی - بنا علیہ اب ایسے وقت میں ان خیالات کو جو ابتدائے زمانہ خروج سے آجتک ایک ہی طرز پر چلتے چلے گئے مع چند اور مضامین کے جو حال میں یعنے ۱۸۹۷ء میں قید تحریر میں آئی ہیں پیش نظر ارباب بصیرت کرتا ہوں امید ہے کہ یہہ مضمون بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاوینگے اور ان کا عمدہ نقش جمیگا +

حصّہ دوم

مضمون اوّل

ثنائے خود بخود گفتن نہ زیبد مرد عاقل را + بہا باشد کہ اعلانش فریبد مرد جاہل را۔ عرصہ سے شہرہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہو رہا ہے اور اکثر اُن کی تصانیف کے پڑھنیکا بھی اتفاق ہوا۔ آجکل تو زیادہ ہی چرچا مثیل المسیح مسیح موعود ہو جانے کے سبب سے ہوا۔ اتفاق حسنہ سے جناب ممدوح الصفات چند عرصہ سے لودیانہ میں رونق بخش ہیں اور ایک جلسہ بمقام لودیانہ بر مکان جناب مولوی محمد حسن صاحب رئیس لودیانہ اسی غرض سے قرار پایا کہ اگر یہہ دعویٰ جناب مرزا صاحب راست ہو تو اس سے اجتناب کیا ضرورت ہے۔ جناب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی۔ کہ جن کے علم و فضل کا پنجاب میں زیادہ شہرہ ہے۔ اور حقیقت میں علم حدیث میں زیادہ معلومات معلوم ہوتی ہے۔ ازبس تحقیق کے شائق تھے جن کی سعی اسی غرض سے ثابت ہوتی ہوئی پائی گئی کہ حق و باطل علیحدہ علیحدہ اہل اسلام میں شائع ہو جائیں تاکہ عام کو فائدہ کثیر پہنچے اور وہ نکات غریبہ جن کا مرزا صاحب کو دعویٰ ہے اس مناظرہ میں بتصریح و تشریح بیان ہونے پر اگر قابل تسلیم ہونگے تو خود ہی اہل بصیرت قبول کرینگے۔ اور کتنا بڑا فخر اہل اسلام کو حاصل ہوگا اور تمام شائقین کا بھی یہی خیال ہو مگر اس عاجز کا تو یہی خیال تھا کہ علم ذات محدود نہیں اور ہر وقت اس کے دریافت کرنے والوں کے لئے آزادی سے اُس بارگاہ کا دروازہ کھُلا ہے۔ شاید یہہ امر واقعی اور قطعی طور پر کہ جس کا انکشاف خاص مرزا صاحب کی ذات بابرکات پر حصر کیا گیا ہو۔ عین الیقین میں آجائے۔ باستدعائے رئیسان شہر۔ جناب مرزا صاحب کے دعوی پر غور کرنے۔ اور قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے مطابق کرنے کو جناب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی مقرر ہوئے اور قبل اس کے کہ اس دعویٰ کے امور تنقیح طلب نکالے جاویں۔ یہہ بات ضروری خیال کرنی پڑی کہ ایک قانون مسلّمہ فریقین۔ اس دعویٰ کے فیصلہ کے لئے قرار دیدیا جائے۔ اور وہ فیصلہ قطعی سمجھا جائے حاجت اپیل کسی فریق کو نہ رہے اور اُس قانون سے تجاوز نہ ہو۔ اس بنا پر باہم سوالات تحریری نہ تقریری شروع ہوئے۔ جس کو اوّل

مرزا صاحب نے تسلیم کیا۔ اگر یہہ رائے پسند و مرغوب طبع عالی نہ ہوئی تو اس تحریک سے اوّل ہی پہلو تہی فرماتے تو وہ شکوک اور خیالات جو عام ہیں اب زیادہ وسعت کے ساتھ پھیل گئے شائد چندے اور دبے رہتے۔ راقم اس جلسہ عام میں جو بتاریخ ۲۶ جولائی ۱۸۹۱ء بروز یکشنبہ بوقت چار بجے شام منعقد ہوا۔ (اور اُس جلسہ میں وہ تقریر جو بجواب تقریر جناب مرزا صاحب از جانب مولوی محمد حسین صاحب تحریر ہوئی تھی۔ اور جناب مولوی سعد اللہ صاحب نے باآواز بلند اور خوش الحانی سے پڑھکر گوش گذار جناب مرزا صاحب و تمام حاضرین جلسہ کی) حاضر تھا جسکا خلاصہ بھی بیان کرنے میں طوالت ہے۔ شائع ہونے پر شائقین اور ارباب بصیرت ملاحظہ فرمالینگے جس میں جوابات اُس پیچ در پیچ تقریر مرزا صاحب کے تھے۔ جو اُنہوں نے صرف ایک سوال قانون کی تسلیم پر بشرح و بسط تحریر فرمائے تھے۔ کہ جس کا لب لباب نہ قانون کی تسلیم اور نہ انکار پر مبنی تھا۔ اور آخر میں یہہ بھی التجا دوبارہ کیگئی تھی کہ جواب دو حرفی ہو۔ آیا قانون کو جو فیصلہ کے لیئے تجویز ہے تسلیم فرماتے ہیں یا نہیں اس کے جواب کے لیئے روز جمعہ ۳۱ جولائی ۱۸۹۱ء مقرر ہوا۔ مگر اس استدعا کو پس انداز فرما کر۔ اول سے بھی بڑھکر جودت طبع کو کام میں لایا گیا کہ جس نے اصل دعوی کے پیش ہونے کو قطعی طور پر روک دیا۔ شاید اس میں بھی کچھ مصلحت ہو۔ یا کوئی الہام اس بارہ میں جناب کو ہوگیا ہو۔ بعد اختتام تحریر جواب الجواب کے جناب مرزا صاحب نے بذریعہ ایک رقعہ جس کو اس عاجز نے بھی بتاریخ سی ویکم۔ بوقت ۶ بجے صبح کے پڑھا۔ جناب مولوی محمد حسین صاحب کو اطلاع دی کہ اسوقت بباعث چند امورات اور یوم جمعہ ہونے کے اور خاص ایک دوست کے انتظار میں کہ جو چار بجے شام تک تشریف لے آئینگے۔ جلسہ ملتوی کیا جائے۔ اور بعد چار بجے کے یہہ جلسہ ہو۔ چنانچہ سب شائقین جو اُسوقت تک جمع ہوگئے تھے۔ چلے گئے۔ اُس رقعہ میں یہہ بھی تحریر تھا کہ میں کل سے اپنا کام بکلی ختم کیئے ہوئے ہوں۔ جس سے یہہ ثابت ہوتا ہے کہ اُس تحریر کی نسبت کوئی امر باقی نہیں ہے پوری تکمیل ہوچکی ہے۔ الغرض اس جلسہ عام میں جو شام تک ملتوی ہوا تھا قریب چار بجے۔ ۴۵ منٹ کے پہنچا۔ اور دیکھا کہ جناب مرزا صاحب خود اُس تقریر تحریری کو زبان مبارک سے پڑھکر سُنا رہے ہیں۔ میں مرزا صاحب کی تقریر کے سُننے کے لیئے بہت ہی

قریب پہنچا۔ اُس جلسہ میں جناب خواجہ احسن شاہ صاحب رئیس اعظم و آنریری مجسٹریٹ لودیانہ ہر دو مولوی صاحبان کے مابین پہلو بہ پہلو رونق افروز تھے۔ جس وقت یہہ احقر پہنچا۔ اُسوقت ایک ربع کے قریب مضمون سُنا چکے تھے۔ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وہ مسودہ جو بہت سی جگہ سے کٹا ہوا ہے اور جس میں بہت سی عبارت زیرو بالا حواشی پر درج ہے جناب کے ہاتھ میں ہے اور اُسی کو پڑھ رہے ہیں۔ مجھے اُسی وقت یہہ خیال گذرا کہ صاف نقل کا نہ ہونا اور صرف مسودہ کا پڑھنا خالی از علت نہیں۔ جسکو جناب ممدوح نے بڑی حکمت سے اور اس جلدی سے پڑھا۔ کہ اکثر سامعین کے غور میں اور یاد میں الفاظ کا رہنا مشکل تھا۔ اور جو لوگ دور تھے اُنہوں نے تو سُنا بھی نہ ہو جسکا فائدہ سامعین کو کچھہ نہ ہوا۔ نماز عصر کے لئے بیچ میں وقفہ ہوا اور بعد نماز عصر پھر پڑھنا شروع فرمایا۔ دو موقعوں پر جناب مولوی محمد حسین صاحب نے اُن کو ٹوکا اُن الفاظ پر جو تحریر میں نہ تھے وہ ایک لفظ تھا جو تابعین سے مخاطب ہو کر نسبت مولوی محمد حسین صاحب فرمایا کہ یہہ (یہہ بھی کہتے ہیں) جس کو مولوی محمد حسین صاحب نے روکا اور فرمایا کہ یہہ قول ہرگز نہیں اگر آپ کے نزدیک میں نے ایسا ہی کہا ہے تو درج تحریر فرماویں تاکہ کذب و راست معلوم ہو جائے۔ جسپر یہہ فرمایا کہ تم روکنے کے مجاز نہیں۔ انہوں نے کہا کہ تحریر سے سوا کلمہ زبان سے نہ نکالنا چاہئے جسپر مرزا صاحب نے یہہ فرمایا کہ اب نہ ہوگا۔ پڑھنے کے وقت کسی جملہ پر آنکھہ اُٹھا کر تابعین کی جانب دیکھنا گویا داد کا طلب کرنا خودستائی کی طرف دلالت کرتا ہے۔ بعد اختتام یہہ عذر پیش کرنا کہ ابھی اسکی نقل صاف نہیں کی گئی بعد میں دیجائیگی اور پھر اُس مسودہ پر جسکو سُنایا گیا تھا صفحہ وار دستخط کر دینے سے انکار اور یہہ کہنا کہ ہم بحث کرنا نہیں چاہتے اسی کو ختم سمجھو کس پر دلالت کرتا ہے۔ شاید کسی خاص وجہ سے پہلو تہی فرمائی۔ مدعائے شائقین لودیانہ بر نہ آیا۔ بلکہ صاف پہلو تہی ثابت ہوئی۔ بعد ازاں جلسہ برخاست ہوا +

حصہ سوم

مضمون دوم

خلاف رائے سلطان رائے جستن + بخون خویش باشد دست شستن۔ اس مضمون بالا کو ہمیں

ختم کر دیا گیا تھا۔ مگر چونکہ اشتہار مورخہ ۱۲؍ اگست ۱۸۹۱ء نظر سے گذرا اور بغور اُسکی طرز تحریر اور بیان کو جو دیکھا گیا تو کمال تعجب ہوا۔ کہ دروغ گویم برروئے تو۔ ناچار مجبور قلم کو اُٹھانا پڑا۔ اور کچھہ حالات تحریر کرنے پڑے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ایک خادم دو آقا کی خدمت نہیں کر سکتا۔ اول اُس شہتیر کو جو تیری آنکھہ میں ہے نکال پھر اپنے پڑوسی کے تنکے کو جو اُس کی آنکھہ میں ہے بخوبی نکال سکیگا + فروتنی کر کہ اس سے بڑھکر کوئی عمدہ بات نہیں یہانتک کہ اگر کوئی تیرے ایک گال پر طمانچہ مارے۔ تو دوسرا گال بھی پھیر دے اس مثال میں دین پرستی اور دُنیا پرستی دونوں سے مراد ہے۔ اب یہہ مقابلہ کرنا پڑا کہ دین و دنیا دونو باتوں سے ان میں کونسی بڑھکر ہے۔ ابتدائے حالت میں خواب پر خواب اس بات کے لئے دیکھے کہ ہم تجھے ایک کام پر مامور کرینگے کہ جو خلقت کے لئے دینی معاملات میں بہت مفید ہے چنانچہ اس استغراق میں کہ وہ کیا ایسا کام ہے کہ جس پر میں مامور ہونگا غیب سے الہام ہوا کہ ایک کتاب براہین احمدیہ شروع کر جو تمام جہان میں سے کفر اور ضلالت کو دور کریگی اور ہم تیری مدد کرینگے اور الہام پر الہام ہونے شروع ہو گئے جس کی بابت بہت سے اشتہار دئے گئے۔ اور طرح طرح سے اُس طرف خلقت کو گرویدہ کیا گیا۔ اور مضمون سے بھی خلقت کو اطلاع دی گئی۔ اور خاص مدعا روپیہ جمع کرنے کا تھا جس کو تمام اشتہاروں میں صدہا پہلو سے طلب فرمایا گیا۔ اور اپنی جانب سے دس ہزار روپیہ کا اشتہار بھی دیا کہ اپنی الوالعزمی ثابت رہے ہاتھہ سے نہ جاتی رہے اور خلقت میں اعتبار جمارہے۔ جو شخص اپنی جائداد میں سے ایک جزو دس ہزار کا قرار دیگر اشتہار دے سکے تو اُس کی کل جائداد پر کسقدر احتمال ہوسکتا ہے۔ تاہم وہ دریوزہ گری اس طرز پر کی جاتی تھی کہ عوام کو اُس کے پہلوؤں پر نظر ڈالنے کی نوبت نہ آنے پائے۔ یکے بعد دیگرے مشتہر ہوتے رہے اور وہ تمہید جو بمقابلہ اور مذاہب کے قائم کی گئی تھی اور وقت کی حالت سے بہت مناسبت رکھتی تھی۔ (مگر زمانہ وہی ہے اور وقت وہی ہے) کہ جسکو ابتدائی حالت میں چھوڑ دیا حالانکہ تین صد[۳۰۰] دلائل۔ عقلی کا وعدہ تھا (اذا وعدہ وفا) اگر اس کو خالصاً فی سبیل اللہ قرار دیدیا جائے تو جسقدر روپیہ پیشگی جمع ہو گیا تھا اُسی کے اُلٹ پھیر سے لکھوکھا نسخے تیار ہو سکتے تھے۔ اگر جائز طور پر استعمال کیا جاتا۔ کیونکہ اول پانصد جلد چھپوا کر فروخت کی جاتی اور

بعد میں جب اُس کا منافع اور اصل وصول ہو جاتا تب پھر پانصد جلد چھپ سکتی تھی۔ علی ہذالقیاس اسی الٹ پھیر سے لکھوکھا جلدوں پر نوبت آسکتی تھی۔ مگر یہہ مدنظر کہاں تھا جب تمام شائقین سے اور زیادہ مطالبہ کی امید قطع ہوگئی تو صرف پانچ سال تک اسی امروز فردا میں رکھکر اوقات بسری کی آخرش نتیجہ یہہ ہوا کہ آئندہ کو بند۔ الہام نے ایسا ہی حکم دیا۔ مگر افسوس الہام نے یہہ حکم نہ دیا کہ جسقدر اصلی خرچ اس پر ہوا ہے وہ محسوب کر کے باقی ماندہ ہر ایک فرد کے امانت جو حق العباد ہے واپس دیا جاوے کیونکہ کتاب کے حجم سے جواب سب کے پاس موجود ہے اُس کی چھپائی اور قیمت کاغذ وغیرہ کا بخوبی تخمینہ کر سکتے ہیں۔ چونکہ طبیعت کو اس زمانہ دراز میں دلیل عقلی کے پیش کرنے میں مہارت ہوگئی تھی اور قوت مدرکہ بہت بڑھ گیا تھا کیونکہ خود حضرت کے ہی قول سے ثابت ہے (کہ جب کسی عضو کو بیکار چھوڑ دیا جائے تو وہ نکما ہو جاتا ہے) تو پھر جس عضو سے زیادہ کام لیا جاوے اُس کی طاقت کیوں نہ بڑھ جائیگی اس میں کچھ شک نہیں کہ اُن کی ذات میں مادہ تحریر نہ تقریر اعلے درجہ کا پیدا ہو گیا ہے جس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ اب دعویٰ مسیحائی تک نوبت پہنچ گئی۔ کیونکہ وہ دلائل عقلی جو دین اسلام کی تقویت کے لئے بمقابلہ اور مذاہب کے الہام کے طور پر کافی سمجھے گئے تھے اب اُسی الہام کے ذریعہ سے نکمی سمجھی گئی اور مسیحیت کے لئے کارآمد۔ اے روشنئے طبع تو بر من بلا شدی کیونکہ اُس میں ایک ایسا بڑا بھاری فتور پیدا ہو گیا کہ جس سے تمام عالم میں بدگمانی پھیل گئی۔ اس بدگمانی کو مٹانے کے لئے سوائے اس کے کہ اب اُس سے بڑھکر الہام ہو چارہ نہیں تھا۔ اِس سے اُس ظل الٰہی نے کہ جس کی جانب سے الہام پر الہام ہو رہے تھے اور خود (خدا تعالیٰ) اُس کام میں معاون اور ممد تھا۔ پورا نہ کر سکا۔ یعنے وہ الہام خاص طور پر ایک فرزند دلبند کے بارہ میں جس کے اوصاف اور حالات یہاں پر بیان کرنے میں ورق کے ورق بھر جائینگے ہر ایک شخص اشتہاروں کو پڑھکر دیکھ سکتا ہے۔ جس کی تقریب عقیقہ پر بہت لوگ تابعین سے بمقام قادیاں مشرف بزیارت ہوئے۔ اور اُنہیں میں سے ایک معزز سنجیدہ آدمی کی زبانی یہہ بھی سنا (جو ابتک زندہ ہے) کہ جب اُس عزیز کو محفل میں لایا گیا اور سب لوگ مشرف بزیارت ہوئے تو اُس بچہ نے تبسم کیا۔ جس کی اس خرق عادت

کو دیکھکر سب اشخاص حیرت میں آگئے (گناہ بگردن راوی) افسوس کی جائے ہے کہ اُس کی عمر نے وفا نہ کی - ورنہ وہی طریقہ - دلائل عقلی - براہان احمدیہ جاری رہتا جس سے ایک عالم دلائل عقلی کی طرز حاصل کرلیتا اور بمقابلہ اور مذاہب وقت کے حالت کے مطابق کام آتا رہتا - مگر چونکہ یہہ بڑا بھاری سقم اور فتور عاید ہوگیا - وہ تجویز نامنظور - اور تجویز پیش ہو - مگر افسوس صد افسوس جس آسمانی نشان کا ذکر ہمیشہ اور بار بار دکھلانے کا وعدہ جناب مرزا صاحب فرماتے تھے اور دعوے سے کہتے رہے - آجتک سوائے اُسی ایک آسمانی نشان کے (مہمان مسافر) اور کوئی آسمانی نشان کا ظہور نہیں ہوا (آسمانی نشان دنیا میں آیا مگر دنیا نے اُس کو نہ پہچانا) وہ نشان کیا تھا - وہ دنیا کے لئے ایک عبرت تھی - جس نے اپنا کام پورا کیا اور نقل مکان اس نشان کا اول حاضرین جلسہ کی طرف مخاطب ہوکر (تبسم کرنا) یہی نشان تھا کہ افسوس دنیا کس گمراہی میں پڑی ہوئی ہے جس شخص کو یہہ دعویٰ الہامی ہے کہ اپنے آپ کو مثل اور باکرامت لوگوں کے سمجھہ بیٹھے ہیں سب غلط ہے اور مجھے اُنکی عقل پر ہنسی آتی ہے کہ یہہ اس نشان کے ذریعہ سے بڑے ہی نادم ہونگے - کیونکہ اُن کے دعوی سب ٹوٹ جائینگے اور میں ایک نشان ہوں جو دنیا میں آیا ہوں تاکہ سب اہل اسلام پر ثابت کردوں کہ خُدا کی حکمت میں کسی کو دخل نہیں انہوں نے جو اسقدر بڑھکر اپنی نسل میں سے ایک ایسا شخص ہونے کا بیان اور دعویٰ کیا ہے اور اُس کی نسبت پیشین گوئیاں کری ہیں جو خارج از طاقت بشری ہیں اس لئے قدرت نے بھی یہی چاہا ہے کہ اسی پیرایہ میں نشان بھی بھیجا جائے تاکہ ایسے شخص کا عُجب اور بڑھہ جائے اور حد اعتدال سے نکل جائے اُسوقت ہم ثابت کردینگے کہ خدا کے کاموں میں کسیکو دخل نہیں - زاں بعد وہ نشان اس جہان سے گم ہوگیا - جس نے ثابت کردیا کہ بے شک وہ ایک عبرت کا نشان تھا - دین کے کاموں میں تو یہہ صرف نشان دیکھنے میں آیا - اب رہا دنیا کا کام - اس طرف بھی طبیعت راغب پائی جاتی ہے - کیونکہ عشرت جو سب سے بڑھکر حظ دنیاوی ہے اُس کے حاصل کرنے میں بھی سعی معلوم ہوتی ہے (گو حرارت غریزی پیدا ہونے میں بھی کلام ہے) اس کے زیادہ شائق ہونے کی اول وجہ یہہ - کہ باوجود اولاد کثیر - کثرت ازدواج کا شوق ابتک چلا جاتا ہے بشرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۵۵ سال سے کم عمر نہ ہوگی

جس کو دانایان فرنگ نے دنیاوی امورات کے لئے آجکل کے زمانہ میں قرار دیا ہے۔ یا اگر کچھ باقی
ہوں تو چار پانچ سال۔ صرع۔ ضعف دماغ۔ ضعف معدہ۔ دردسر۔ یہہ تمام علامات اسی کا نتیجہ ہیں آپکے
جانشین حواری۔ جو ایک حکیم حاذق و مولوی فاضل اور جو اندرونی حالات سے کماینبغی ماہر ہیں اُن کو اس کے
تسلیم کرنے میں کلام نہ ہوگا۔ گو عام لوگ اس رائے سے اتفاق نہ کریں۔ ہمیں عام سے کیا سروکار۔ ہم تو
ایک خاص کو ہے منصف قرار دینگے۔ جس میں دونوں باتیں پائی جاتی ہیں۔ کیا کم خوابی اور یبوست
بھی اسی کا باعث نہیں ہمیں اغذیہ اور اشربہ سے بحث نہیں خواہ ماہی سقنقور ہو یا مغز عصفور یا شربت
حیات کچھ ہی ہو۔ اور یقین ہے کہ در پردہ کثرت سے روکا بھی گیا ہو۔ کیونکہ جب دورہ اس قسم کے
امراض کا آنکر پڑتا ہے تب ہی حکیم صاحب تدابیر جالینوسی کام میں لاتے ہیں۔ تو پس اس عارضی
حیات مستعار اور اس عارضی طاقت پر جو اُس حکیم حاذق کی تدابیر کا کچھ نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ اب بھی
شوق ازدواج جدید کا ازبس راغب ہے جس فعل کی جانب رغبت تامہ ہوتی ہے اُس کے پُورا
کرنے کے لئے انسان بدل وجان راغب ہوتا ہے گو ناصح کیسی ہی نصیحت کرے مگر کارگر نہیں
ہوتی ہی اور اگر کبھی آنکھ لگ گئی تو وہی تصور خیالی جما ہوا پیش نظر رہتا ہے جس کو الہام سے تعبیر کی
جاتی ہے۔ اگر حالت نزع بھی طاری ہو وصیت کی تحریر اور تکمیل بھی ہو چکی ہو۔ اور وہ خاص وقت
بندگان خدا کا خدا کیطرف توجہ کا اور فکر عاقبت بخیر کا لگا ہوا ہو۔ اُس وقت بھی وہی خیالی باطل کامیابی مطلوبہ کا پیش نظر رہے۔
اسکو کیا سمجھا جائے پانچ سال سے اسطرف طبیعت از حد راغب تھی جسکے لئے ایک الہام کا دبا ؤ بھی ڈالا گیا۔ اور اُس الہام
میں ایک منطقی نتیجہ بلحوظ رکھا گیا کہ اُسکا خلاف واقع ہونا تا دم واپسین ممکن نہیں (یعنے بیوہ ہو کر پھر بھی آجانا) شرط
اور شروط جیسے نکاح کیوقت ہوتے ہیں الہام میں صدہا پہلو کے شروط پھر بھی اُس میں یہہ شرط لگائی نہ گئی۔
ایک بار یا دو بار یا کئی بار۔ اسمیں بہت سے ظاہری و باطنی سعی بھی کی گئی مگر ناکامیابی آجتک ظہور میں آتی رہی ماہ اپریل ۹۱ء
ایک سرسری خبر سُننے پر (خواہ وہ اپریل فول ہی ہو) یہاں تک بیقراری نے غلبہ کیا کہ بلا سوچے سمجھے
اور بغیر الہام بدیں مضمون اپنی اولاد کی نسبت ایک خاص اشتہار شائع کیا اور خط بھی اس بارہ میں تحریر
ہوا جس کا جی چاہے اُن اشتہاروں کو پڑھ لے۔ خلاصہ یہہ ہے کہ اپنی نسل سے قطع رحم کا فتویٰ

لگا دیا اور ارث سے بھی محروم الارث اور عاق کر دینے کی دھمکی دی۔ اگر بغور و انصاف دیکھا جائے تو وہ فعل جو اُن کے صاحبزادہ صاحب نے اختیار کیا تھا۔ وہ اعلیٰ سعادتمندی اور خیر خواہی اور نیک نیتی اور اُس الہام کا جسکا آغاز نہ انجام کچھ بھی ظہور پذیر ابتک نہیں ہوا تھا۔ اُسی کی صداقت کی طرف راجع تھا ارباب طعن سے جو اُنکے ہم جلیس ہونگے۔ اور یہہ کہتے ہونگے کہ اُس الہامی اِشتہار کا نتیجہ آجتک کچھ نہ نکلا یہہ کہتے تو بن آتا کہ اب دیکھیے الہام کے اول نتیجہ نے تو ظہور پکڑا۔ اب دوسرا نتیجہ بھی ظاہر ہوگا۔ مگر افسوس کہ اپنے الہام کو خود ظاہر ہونے سے کس درجہ کی غیرت ہے۔ گویا خود نہیں چاہتے کہ ہمارا الہام ظہور پکڑے۔ ماشاءاللہ جناب مرزا سلطان احمد صاحب کیا علم و فضل میں کم ہیں گورنمنٹ میں عمدہ اعزاز رکھتے ہیں اور ذاتی لیاقت کے باعث اُنہیں گورنمنٹ نے بعہدہ نائب تحصیلداری مقرر فرمایا ہے کہ جس کا نتیجہ اسسٹنٹ کمشنر کے عہدہ تک پہنچا سکتا ہے اور جس میں ایک مادّہ جھوٹ سچ پرکھنے کا عمدہ موجود ہے۔ اور جس کو وہ ہر روز استعمال میں لاتے ہیں اور عمدہ تجربہ بھی روزمرہ کی مشق سے حاصل ہے عہدہ نائب تحصیلداری ایسا ہے کہ ہر ایک قسم کے معاملات کا فیصلہ شب و روز اپنی عقل خُداداد سے کرتے ہیں۔ تو پھر ان کو اپنے بارے میں رائے کا شائع کرنا کیا دشوار تھا۔ مگر ترک ادب یہہ بھی انکی سعادتمندی ہے۔ مگر چونکہ گورنمنٹ کی وہ آزادی کہ جس نے ہر ایک اہل الرائے کو اپنی رائے ظاہر کرنے کی اجازت دی ہوئی ہے راقم اپنی رائے ظاہر کرتا ہے۔ بزبان **فارسی**۔ با باجان بلاگردانت شوم۔ قربانت شوم۔ سرم فدائی خاکپائے شما باد۔ بجواب اشتہار خاص عرضے دارم۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔ غلام خلاف منشاء آنحضرت ہرگز ہرگز کارے نہ کردہ کہ مورد عتاب پدری شوم از یوم اعلان تا الآن ہر وقت و ہر لحظہ تعمیل حکم واجب التعمیل پیش نظر داشتم و می خواستم بلکہ جد و جہد من ہمیں بود کہ الہام آنقبلہ (ملہم وقت) روز بظہور آرد۔ چوں دیدم کہ تیر دعائی سحری آن واجب التکریم دریں پنج سال ہم بہدف مراد نرسید۔ و درجہ از مدارج پایکال کہ مستجاب الدعواتے باشد۔ ہم حاصل نشد۔ بعد از تامل بسیار۔ وسعی موفور۔ دریں باب بنیکو دانستم۔ کہ ہر طوریکہ شود و دست دہد۔ شخصے دستیاب کردہ آید۔ کہ ظہور الہام چوں مہر تاباں جلوہ افروز شود۔ و میدیکہ

تما بناً دراں مخفی است قرب آن حاصل گردد۔ اگر می دانستم کہ قضیہ برعکس و خلاف رائے عالی خواہد افتاد
حاشا و کلا۔ اگر گاہے دریں باب مبادرت می نمودم و مصداق۔ نیکی برباد۔ مستلزم گُناہ کبیرہ نمی شدم
دریں کار خیر ہر امر یکہ بوقوع آمدہ بود از عنایات ایزدی پنداشتہ بودم۔ نہ کار شیطانی۔ دراں فرمان ایں ہم
درج دکہ اگر یہہ اوروں کی طرف سے مخالفانہ کارروائی ہوتی تو ہمیں درمیان میں دخل دینے کی کیا ضرورت
اور کیا غرض تھی۔ امر ربی تھا۔ اور وہی اسکو اپنے فضل و کرم سے ظہور میں لاتا مگر اس کام کے مدار المہام وہ
لوگ ہو گئے کہ جن پر اس عاجز کی اطاعت فرض تھی) قبلہ حاجات بیشک ہرچہ فرمودہ آید بجاست بر آنانکہ
زور نہ رسد۔ اگر دریں باب ساعی می شدند۔ آنرا۔ بامر رب تعبیر می فرمایند و فضل و کرم منجانب اللہ
و برخاکسار کہ دعوی غلامی دارد۔ و اظہار حسن عقیدت پیش نظر داشت ایں فتوی۔ بہ بیں تفاوت رہ از
کجاست تا بہ کجا۔ بجاے دیگر ایں احکام درج (اور وہ تجویز جو اس لڑکی کے ناطہ اور نکاح کرنے کی اپنے
ہاتھہ سے یہہ لوگ کر رہے ہیں۔ اسکو موقوف نہ کر دیا۔ اور جس شخص کو انہوں نے نکاح کے لئے تجویز
کیا ہے۔ اسکو رد نہ کیا بلکہ اس شخص سے نکاح ہو گیا۔ تو اُسی نکاح کے دن سے سلطان احمد عاق)
دریں ہم حیرت۔ تجویز موقوف کردن۔ باختیار غلام۔ عقد البستن باختیار دیگرے دادن چہ معنے یعنے
(نکاح ہو گیا) نہ کہ نکاح (کر دیا) ایں ہم شفقت پدری۔ یا حکمت لم یزلی۔ کہ از عقد کردہ دادن مستثنیٰ
شدم۔ زہے قسمت۔ در لفظ شد (ہو گیا) و کردند (کر دیا) تفاوتے ہست از آسمان تا زمین۔ (ہو گیا)
منجانب اللہ (کر دیا) فعل انسانی۔ امر یکہ شدنی باشد و بوقوع در آید۔ قصاص او بہ اولاد۔ اگر از سعی
بار بنایم خود را محجوب الارث و عاق پندارم۔ دریں باب از بسکہ حیرانم سرگردانم۔ ہر چند نسر بجیب فکر می برم
انکشافی رونمی دہد۔ کہ ایں چہ سزائے ایست کہ بہ ناکردہ گناہ دادہ شدہ۔ و ایں کدام ارث ست کہ از اں
بے حق شدہ ام۔ غلام را امید ارث اول ہماں روز منقطع گشتہ کہ مادر اندرم بحبالہ نکاح آنقبلہ در
آمدہ۔ توجہی کہ بداں جانب است شاہد حال است۔ مزید براں کثرت عیال۔ نمی خواہم کہ بعد از شما
بآن عفیفہ۔ یا با ولادش۔ رنجے رسانم۔ خاطر عالی مطمئن داشتہ باشند۔ عاق نمودن چہ حاجت
بظاہر در سعی ظہور الہام۔ گناہے ندیدم۔ بلکہ امیدوار آن بودم مصرعہ این کار از تو آید و مردان چنیں کنند

اگر خیال ارث بدلم جائے داشتی - چرا از دست خود گلو تراشئی خود کردمی - و برائے دیگرے جائے - ایں همه نیک اعمال - عاصی - اگر بمعاصی شمرده آیند - چه علاج - اگر جناب هم ازیں هوس درگذرفرمایند برائے اولاد مادر اندرم و دیگر پس ماندگان نفعے کثیر خواهد بود - مزید براں - از روزیکه آوازه مثیل المسیحی و عیسیٰ نفسی بگوش هوشم رسید - اگر هوائی یا خیالی از ارث بود بکلی در ربود - چراکه پیغمبر را ارث کجا - تاکه وارث گردد دریں شرع محمدی - نه ارث نه وارث - نه اختیار عاق واین طلاق +

غزل حافظ

دمی با غم بسر بردن جهاں یکسر نمے ارزد | بمی بفروش دلق ما کزیں بهتر نمے ارزد | بکوئے می فروشانش بجامی بر نمی گیرند
زهی سجادهٔ تقوی که یک ساغر نمے ارزد | رقیبم سرزنش ها کرد کز ایں خاک در بگذر | چه افتاد ایں سر ما را که خاک در نمی ارزد
بسے آساں نمود اول غم دریا ببوئے زر | غلط کردم که یک موجش بصد زر نمی ارزد | شکوه تاج سلطانی که بیم جاں درو درج ست
کلاه دلکشت اما بترک سر نمی ارزد | بشو ایں نقش دل تنگی که در بازاریکرنگی | بلمعهائے گوناگوں می احمر نمی ارزد

چو حافظ در قناعت کوش و از دنیائے دوں بگذر + که یکجو منت دوناں جهاں یکسر نمی ارزد

حصۂ چہارم

یکم جولائی ۱۸۹۷ء

مرزا صاحب کی انشا پردازی کا میدان ایسا وسیع ہے - کہ اُسکے مثیل ڈھونڈھنے میں اپنی ناقص عقل کو جہاں جہاں دوڑایا کم پایا - مگر چونکہ بالمقابل مثیل بنانے کے لئے کوئی میدان نہیں ملا مجبوراً اگر ناظرین اس پر اکتفا کریں تو عین نوازش ہے - ورنہ جس کسی صاحب الرائے نے اس میدان میں حسب طاقت جولانی کی ہو اور کسی میدان کا پتہ لگا ہو تو اس ناچیز کو اطلاع دیکر ممنون و مرہون فرمائیں مجھے تو یہی ایک مثال ملی ہے جو ذیل میں عرض کی جاتی ہے -

ذکر شیخ حسن افغان رحمۃ اللہ علیہ

وقتیکه شیخ حسن افغان بکوچه میگذشت هنگام مغرب بمسجدے رسیده دید که امامے نماز جماعت میکند

درخصورت بدو اقتدا نمود۔ بعد از سلام دست امام گرفتہ بگوشہ برد و گفت اے خواجہ دریں نماز بجاعت پیوستم و بشما اقتدا نمودم۔ شما در عین نماز از دھلی بہ بنگالہ رفتید و بردہ از انجا خریدہ بملتان بردید۔ و از ملتان بغزنین شتافتہ در مقام فروختن شدید۔ ما در دنبال شما بے سر و پا حیران و پریشان میگشتیم۔ ایں نماز را چہ گوئیم و چہ نام نہیم۔ اس فراخی میدان میں ناظرین غور فرمالیں کہ انشا پردازی جناب مرزا صاحب کے پیچھے پیچھے کہاں کہاں انسان ضعیف البنیان خاک چھانتا پھرے۔ اتنا قوت حافظہ کہاں سے لائے۔ کہ کس کس سر زمین پر تشریف فرما ہوئے جس زمین میں جناب مرزا صاحب نے کلام اختیار کی ہے وہ ایک لق و دق میدان ہے اور ریگستان سے پُر کہ باد حوادث سے چشم دوربین خیرہ تو کیا بلکہ عقل انسانی بھی ٹیلوں میں دب جاتی ہے طوالت کا پیرایہ وہ پیرایہ ہے کہ بڑے سے بڑا حافظہ والا بھی پائے لنگ۔ پھر کس طرح سے ممکن کہ جناب کی تحریرات کا باہم مقابلہ کر سکے۔ جہانتک عقل ناقص نے مدد دی وہانتک قیاس سے کام لیا جاتا ہے۔ اور ناظرین کو ایک مرقع دکھلایا جاتا ہے یہہ بھی بنظر ہمدردی ہے۔ اور دو باتوں سے خالی نہیں معلوم ہوتی۔ خاص و عام کی رائے میں جونسی شق پسند ہو گئی اور اجتہاد ہو گیا اُسی میں فائدہ۔ اگر یہہ شکوک جناب مرزا صاحب نے واقعی اور قطعی طور پر صفحہ ہستی سے دور کر دئے تو پھر مثیل المسیح میں کیا کلام اور اگر۔ نہ ہوئے۔ تو ہماری قوم لکیر کی فقیر۔ اُن فقیروں کی بدولت۔ اپنا حصہ عاقبت میں پا ہی لیگی

ملک خُدا تنگ نیست + پائے گدا لنگ نیست + قبل اس کے کہ اپنے شبہات پیش نظر ناظرین با تمکین پیش کئے جائیں۔ کچھ عین الیقین جو اس ناقص العقل کے تجربہ میں کیا بلکہ خود اپنی ہی سر گذشت ہے عرض کرنا مناسب سمجھتا ہوں + گاہ باشد کہ کودک نادان + بغلط بہ ہدف زند تیرے + گاہ باشد زپیر دانشمند + بر نیاید درست تدبیرے +

اوّل۔ اخیر دسمبر ۱۸۶۴ء اس عاجز کو ہمراہی شیخ احمد جان صاحب سوداگر جو عنایت الٰہی سے ابھی زندہ ہیں۔ کلکتہ جانے کا اتفاق ہوا۔ اُس وقت میرے پاس ایک سو پانچ یا چھہ دانہ الماس کے تھے جن کا ارادہ تھا کہ دہلی میں فروخت کر کے زر قیمت کو سلسلہ سوداگری میں شامل کیا جائیگا یہہ کل الماس اول تمام مبصران و صرافان لودیانہ نے جن کو اس فن میں مہارت تھی۔ اپنے اپنے محک امتحان

سے خوب پرکھہ چکے تھے اور قیمت اندازی بھی ہو چکی تھی صرف کچھہ تفاوت قیمت کے سبب سے یہہ ارادہ ہوا تھا۔ کہ دہلی چونکہ ایک صدر مقام جوہریاں ہے وہاں شاید کچھہ زیادہ قیمت وصول ہو فروخت میں التوا کیا گیا تھا۔ جب مع الخیر دہلی پُہنچے تو وہاں بھمراہی شیخ صاحب موصوف الصدر ایک جوہری کی دوکان پہ گئے اور ان جواہروں کو دکھلایا گیا۔ اُس جوہری نے بھی بعد کماینبغی پرکھہ لینے کے قیمت اندازی کری صرف قدرے قلیل قیمت کے باہمی فرق کے رہجانے کے سبب سے دوسری جگہ جانا پڑا۔ وہاں بھی جوہری ثانی نے خوب پرکھہ پرکھا اور وزن وغیرہ کرکے قیمت اندازی کی وہاں بھی کچھہ باہمی تفاوت قیمت کے سبب فیصلہ نہ ہوا۔ اب ایک ایسے جوہری کے یہاں پہنچے کہ جہاں تثلیث کا مسئلہ موجود تھا۔ باپ بیٹا روح القدس۔ ایک (جوان خوبصورت خوش شکل عالم شباب) جوہری بیٹھا ہوا تھا۔ اُسکو وہ ہیرے دکھلائے گئے اُس نے بھی حسب معمول ایک ظرف نقرہ میں ایک رنگین کاغذ پر رکھکر جیسا کہ دستور جوہریاں ہوتا ہے کل ہیروں کو فرداً فرداً پرکھہ لیا۔ اب صرف وزن اور قیمت کا فیصلہ ہو رہا تھا۔ کہ اُس کا والد آموجود ہوا بعد انفصال قیمت اُس نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو میں بھی ان ہیروں کو نظر انداز کروں۔ جواب میں کہا گیا کیا مضائقہ ہے آپ بخوشی خاطر اپنا اطمینان کرلیں چنانچہ اُس نے بھی حسب قاعدہ جوہریاں خوب اطمینان کامل کرلیا۔ وہ پیر روشن ضمیر جو ایک کونے سے لگا ہوا بیٹھا تھا جس کی عمر قریباً اسّی برس کے معلوم ہوتی تھی دریافت کرنے لگا کہ کیا ہے۔ اُس کے بیٹے اور پوتے نے عرض کی کہ جناب کچھہ ہیرے ہیں آپ بھی نظر ڈال دیں اُس پیر روشن ضمیر نے آنکر بلا امداد عینک اس تیزی سے اُن ہیروں کو فرداً فرداً پرکھنا شروع کیا کہ حیرت در حیرت ہوئی اور اُسی اثنا میں اُس نے تین ۳ ہیرے علیحدہ کر دئے اور اپنے بیٹے سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ کہ ان کو ذرا غور سے پھر پرکھو کیا یہہ ہیرے ہیں +

اب گو یہہ تین عدد فرضی ہیرے۔ اُن کی شعاع اور چمک سے جو عکس اُن پر پڑ رہا تھا علیحدہ ہو گئے اور ذرا اشارہ بھی پہنچا اور دو بارہ بغور دیکھنے کا موقع بھی ملا تاہم مذبذب رہا۔ یہہ نہ کہہ سکے کہ کیا ہے۔ آخرش اُسی پیر روشن ضمیر نے جس کے دیدہ بصیرت میں یہہ طاقت تھی بتلایا کہ یہہ پکھراج ہیں۔ مگر صناع نے اپنی صناعی ختم کردی ہے اور تمہارا بھی قصور نہیں کہ تم نے اپنی مدت العمر میں ایسے شفاف

پکھراج جو ہیرے سے ہمسری کریں اور ہر ایک مبصر تمیز نہ کر سکے کہاں دیکھے ہیں وہ ہر سہ پکھراج جب اُن ہیروں کی جوت سے علیحدہ ہوئے تب پکھراج کے پکھراج رہ گئے اور اب اُن تمام پہلے مبصروں نے جنہوں نے شمولیت میں ہیرے تسلیم کر لئے تھے بسبب جدائی اور شک کے پکھراج جانے اور ایسا ہی حال ہر ایک فن کا ہے +

جب تک کچھ بھی مادّہ اُس فن کا نہ ہو تو کس طرح سے شکوک بھی پیدا کر سکتا ہے۔ اپنے زعم میں جناب مرزا صاحب فی زمانہ فن انشا میں اپنا ہمعصر اور محقق ہونے میں اپنا نظیر اور وسیع معلومات میں اپنا مثیل نہیں رکھتے اپنے خیالات وسیع کو جو آسمانوں اور زمینوں کی تہ تک پھیلے ہوئے ہیں اور کوئی خلا اُس سے خالی نہیں۔ اِس طرز سے بیان فرما رہے ہیں کہ گویا بستان خیال کا دیباچہ ہے پھر اُس پر قلم اُٹھانا کیا سہل بات ہے۔ جنہوں نے موجودہ تسلیم کردہ پیرفرتوتوں کو بھی گوشۂ عافیت میں بٹھلا دیا۔ سخن کا میدان وہ وسیع میدان ہے۔ کہ خواہ محمود غزنوی کی طرح بارہ حملے تو کیا بارہ سو حملے بھی کرو اور فراریوں کی پے بھی لیلو تب بھی اُن تک پہنچنے کو اور گرفتار کر کے لانے کو ایک عمر نوح علیہ السلام چاہئے۔ اور چونکہ آجکل کی فطرت نے یک صد سال سے زیادہ عمر کی قطعی بندش لگا دی ہے۔ تو پھر کیا کوئی خاک چھانے۔ صرف اس امید پر کہ شاید کوئی پس ماندہ کمزور بیمار۔ لنگ۔ پیادہ پا۔ کوفتہ۔ ماندہ آبلہ پا ہاتھ لگ جائے تو ہم بھی انعام کے مستحق بن جائیں۔ ہر فرد بشر۔ جس میں یہہ ایک فطرتی مادّہ ہے۔ حسب استطاعت جولانی طبع دکھاتا ہے +

دویم۔ گورنمنٹ کا قانون ایک نمونہ یا اشابہہ قانون قدرت ہے اور یہہ بھی الہامی طور پر دُنیا کے انتظام کے لئے قانون قدرت نے ہی سکھلایا اور بتلایا ہے اور کتب سماوی سے اسکو اخذ کیا گیا ہے مجرم کی سزا قید حدید۔ قید شدید۔ قید محض۔ جرمانہ۔ تعزیر۔ سزائے بید وغیرہ وغیرہ۔ اس ظاہری قانون کی ترمیم و تنسیخ پر لاکھوں روپیہ ماہوار صرف ہوتا ہے۔ اور بڑے بڑے عالی خیال والے وقتاً فوقتاً بلکہ ایک مجمع خاص تعین ہے جن کو گورنمنٹ برطانیہ کم از کم سو سو روپیہ یومیہ فی نفسہ تنخواہ دیتی ہے دیکھو کسقدر ایکٹ یعنے کتب قانون مرتب ہوئے ہیں اور ہوتے جاتے ہیں اور ہر وقت تغیر تبدل جاری۔

اُس میں سے نظیراً ایکٹ اسٹامپ کا خفیف مسئلہ پیش کرتا ہوں جس کو سوائے واضعان قانون اب اتنی عرصہ دراز کے بعد بھی اس ناقص العقل کے سوال پر کوئی حل نہ کر سکا۔ تو غور کی جگہ ہے کہ قانون قدرت فطرت نیچر کہو اس راز سربستہ کو جس کی کوئی حد قائم نہیں اور نہ انسان ضعیف البیان کو اُس قادر مطلق نے ایسا پُورا اختیار دیا۔ اور نہ اُس کی فطرت ہی اُس قسم کی پیدا کی کہ اُسکو کامل طور پر سمجھ سکے۔ تو پھر کس طرح سے گمان ہو سکتا ہے کہ انسان کا یہہ دعویٰ صحیح ہے۔ فطرت کے دعویٰ والوں کا تو اِسی سے فیصلہ ہوا زیادہ بحث اُن سے کرنی ہی عبث ہے۔ کیونکہ انسان کی پیدائش کے دن سے آجتک کسی فلاسفر یا نیچری کا دعویٰ قائم نہیں رہا روز بروز تحقیقات کا دروازہ کھلا ہے تغیر تبدل جاری ہے پہر حال کے فلاسفی جس سے جناب مرزا صاحب نے سید صاحب کو وہ لتاڑ بتلائی۔ کتاب برکات الدعا کاردیعنے کتاب دافع الوسواس کے صفحہ ۲۲۶ سے حاشیہ کو پڑھیں۔ مگر یہہ بھی واضح رہے کہ حکیم جب کسی مرض میں خود مبتلا ہوتا ہے تو اپنا علاج خود نہیں کر سکتا جو مضمون ازالہ اوہام صفحہ ۲۹۵ کے حاشیہ سے صفحہ ۳۲۲ پر ختم ہوتا ہے۔ مرض کے بحران میں لکھا یہہ بھی ہذیان معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کو پیغمبر تسلیم کرتے ہیں ساحر بھی تھے۔ اور اسی سبب سے طاقت جو اُن کی روح کو عطا ہوئی تھی وقتاً فوقتاً روبالخطا طلاتی رہی یہانتک کہ ناکامیاب رہے مسئلہ یہہ تھا کہ جو داد ستد باہم برٹش گورنمنٹ و ریاست ہائے اُس رقم پر جو بیس روپیہ سے زاید ہو کیوں ٹکٹ ایک آنہ نہیں لگایا جاتا۔ یہہ سوال یوں ہوا کہ محکمہ نہر کی آبپاشی کا مطالبہ فصل وار جو دیہات ریاست کی بابت معرفت ریاست ہائے وصول ہوتا ہے اُس پر ایک رقم حق الخدمت پٹواری و نمبردار بحساب پانچ روپیہ فی صدی رقم مطالبہ پر ریاست کو دیجاتی ہے اور رسید باضابطہ بابت اُس رقم مجرا شدہ کے اہلکار ریاست ضلع میں دیتا ہے اور وہ رسید بلاٹکٹ ہوتی تھی۔ ضلع سے اسکا جمع خرچ محکمہ نہر کے ساتھہ ہوتا ہے۔ یہہ عمل درآمد شروع سے آجتک کل انہار پر جاری تھا اور کبھی اسکی بابت اعتراض پیدا نہیں ہوا تھا۔ اس سرہند نہر کے لودیانہ ڈویژن میں جب آبپاشی شروع ہوئی اور حسب معمول ایسی رقوم اہلکاران ریاستہائے پٹیالہ نابہہ وغیرہ نے ضلع سے وصول کیں تو رسیدات بلا لگانے ٹکٹ کے دیں اس پر اس ناقص العقل نے جو بعہدہ

ریوینو کلرک کے مامور ہے یہہ عذر پیش کیا کہ کیوں ان رسیدات پر ٹکٹ نہیں لگایا جاتا اور ریاستہائے اس قانون کی پابندی سے کیوں مستثنیٰ ہیں۔ اگرچہ سالہاسال سے یہہ عمل جاری تھا۔ مگر حکام وقت نے اس سوال کو وقعت کی نگاہ سے دیکھا اور یہہ خیال نہیں کیا کہ جب سالہاسال سے یہہ عمل جاری ہے تو ایک چھوٹے عہدہ دار کے سوال پر۔ توجہ عبث ہے۔ بلکہ بخلاف اس کے حکام نہر نے ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر ضلع لودیانہ سے دریافت کیا کہ اسکی کیا وجہ ہے کوئی خاص حکم اس بارہ میں ہے۔ اس سوال کے جواب کے لئے کمشنر صاحب بہادر سے استفسار ہوا۔ جنہوں نے ریاست پٹیالہ کے میرمنشی صاحب سے دریافت کیا۔ اُنہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ کوئی خاص وجہ تو معلوم نہیں لیکن آجتک ایسا معمول ہورہا ہے جب اُس جانب سے شافی جواب نہ ملا تب بخدمت جناب سپرنٹنڈنگ انجنیر صاحب بہادر سرہند نہر تحریک کی گئی اُنہوں نے بھی بخدمت جناب چیف انجنیر صاحب بہادر پیش کیا وہاں بھی فیصلہ نہ ہوا۔ پھر جناب ایڈوکیٹ صاحب سے رائے لی گئی وہ بھی شافی جواب نہ دے سکے۔ اب غور کی جگہ ہے کہ ایک ناقص العقل ریوینو کلرک کے سوال پیدا کرنے نے کہانتک نوبت پہنچائی۔ تب بخدمت گورنر جنرل صاحب بہادر ملک ہند اس سوال کو لوکل گورنمنٹ پنجاب کی جانب سے پیش کیا گیا وہاں واضعان قانون نے اس دفعہ کے (جو ایکٹ اسٹامپ میں زیادہ ایک دو سطروں سے نہیں ہے تشریح فرمائی اور اس بات پر فیصلہ دیا کہ برٹش گورنمنٹ کے حدود کے اندر جو رقومات ریاست وصول کرے بیشک اُس پر ٹکٹ حسب قاعدہ ایکٹ اسٹامپ لگانا چاہیئے اور ایکٹ مذکور کی پابندی سے وہ کسی طرح مستثنیٰ نہیں ہیں اور ایک دو خاص وجوہ بیان کردیں کہ جب ایسا اور ایسا موقع ہو۔ البتہ اُس خاص موقع کے لئے ٹکٹ لازمی نہیں ہے اور رائے لودیانہ ڈویژن والوں کی صحیح اور درست ہے۔

اس حکم کے آنے پر سالہاسال سے جو کارروائی ہورہی تھی منسوخ سمجھی گئی اور کل ریاستہائے میں احکام برٹش گورنمنٹ نافذ ہوئے کہ آئندہ کو ٹکٹ ایک آنہ ضرور لگانا چاہیئے جب یہہ جدید عمل شروع ہوا۔ اب ناظرین ذرا بغور و تعمق اس مسئلہ کو سوچیں کہ ایک ناقص العقل کی رائے کی کہانتک وقعت ہوئی۔ اگر اول ہی اسکو بدیں خیال پس انداز کیا جاتا کہ ایک نیٹو آدمی کا خفیف سوال اس لائق نہیں ہے

اور جو سالہا سال سے مروج ہے اُس کے برخلاف حکام بالادست تک پہنچایا جائے مگر نہیں یہہ خفیف سوال ایسا پیچیدہ معلوم ہوا کہ سوائے واضعان قانون اور کوئی قطعی فیصلہ نہ کر سکا۔ اب اگر اسی بات کو تسلیم کیا جائے کہ جو۔ قیاس یا خیال سالہا سال سے کسی امر کی نسبت ہے اُسی لکیر کے فقیر رہو۔ ذرا بھی دماغی طاقت حتی الوسع کام میں نہ لاؤ۔ اُس کو کس سے تعبیر دیں۔ میری ناقص رائے میں یہہ جہالت ہے یا باہمی تعصب جب تک۔ دینی امور کے شبہات بھی یک تن یکدل ہوکر رفع نہ کئے جائیں اور واضعان قانون کی طرح اتفاق رائے سے کام نہ لیا جائے تب تک یہہ ہی حوادث چلتی رہیگی۔ اگر کسی فریق سے جوش میں کوئی امر سرزد ہو جائے جو تقاضائے بشریت ہے تو اسکو بھی ایسی خوش اسلوبی سے رفع کرنیکی کوشش کرنی چاہیئے کہ جو عام کے خیال اور نظروں میں بے تہذیبی سے مبرا ہو۔ مگر اسوقت تو عام خیالات میں بے تہذیبی یہانتک پھیلی ہوئی ہے کہ بڑے سے بڑے مہذبوں۔ عالموں دین کے اصلاح کے دعوی کرنے والوں میں یہہ شیوہ مسنون ہوا ہے۔ قبل اس کے کہ جناب مرزا صاحب کے خیال کو جو نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کتاب ازالہ اوہام کے ۲۹۵ سے صفحہ ۳۲۲ پر ختم ہوتا ہے پیش کروں۔ اولیاء اللہ کے خرق عادات سے ایک دو تمثیلیں پیش کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ خالی از مذاق نہونگی +

اوّل۔ شخصے بود۔ کہ ہیچ ازیں عالم خبر نداشتے تا از خورد خواب نیز۔ و از غایت مشغولی کہ داشت تا سر و تنش بجنبانید ندے بخود نیامدے۔ ہمہ مقامات را طے کردہ بود۔ روزے بمجلس سلطان الطائفہ شیخ بایزید بسطامی علیہ الرحمتہ درآمد۔ شیخ درویش را دید و گفت اے جوان روزے چند با ما بسر بری گفت حاجت ندارم کہ کار خود کردہ ام۔ و بمقصود راہ بردہ۔ و شیخ را خود بر من دریں وادی فضیلتے و مزیدے نیست کہ اکتساب کنم۔ شیخ گفت بارے دو سہ روزے۔ بنان و نمکی با ما بسازے بعد ازیں خود اختیار تست۔ جوان در پذیرفت و بگوشہ از زاویہ ہائے خانقاہ فرو نشست۔ نان از لنگرے خانہ شیخ آوردندش۔ بخورد و در استغراق خود فتورے دید روز دیگر نمازش چنانچہ بود نماند و ذوق حضور پیش برفت۔ سوم روز از ہمہ آنچہ داشت مراگشت و بے کیف۔ سخت برآمد سخت برآشفت

دشگفتی فروماند۔ بر شیخ آمد و گفت جائی آن بود که بخدمت خواجه مرا افزایشے و کشائشے روزی آمدے نه اینکه هرچه با من بود نیز بباد رفت۔ شیخ گفت اے جوان قوت تو از همه وجه حرام مکتسب بوده است وا اینهمه که تو داشتی از نتائج آن بود اکنون که نانے حلال خوردی همه برفت که حرام با حلال بهم نیاید۔ جوان خیره درماند۔ وبحلقه ارادت شیخ درآمد۔ روزے چند استفاده واکتساب را کار بست درہائے بسته بروے کشادند وانچه دادنی بود دادند تا از صاحبان خدا گشت وتقرب ولایت یافت ٭

دویم۔ پیرمردے نود ساله در کابل می بود نسبتے خوب داشت هر سال از وطن بزیارت مزار خواجه خواجگان باجمیر آمدے۔ وقلندران آستانه رازرے گران بخشش کردے با یک از صاحب سلوک معرفتے داشت روزے پرسیدندش از کیفیت نسبتے که داشت تا بداند۔ ازکه۔ دارد۔ گفت ایام ملکه۔ عبدالوہاب نجدی۔ در بلاد عرب سر بشورش برداشت وقبوا ولبا راهدم میکرد۔ هم دران زمین بودم شیخ محمد بن
تا نوبت سورادبش بقبر مبارک خواجه بزرگوار خواجه عثمان ہارونے قدس روضه رسید۔ باخود گفتم هی این قبر پیر خواجه ولی الهند است بیا تا ترمیمش دهم۔ آنگاه سنگے وخشتے وگلے آهکے آوردم وهم بدست خویش هرچند که توانستم نشان قبر را درست گردانیدم تا فتنه نجدیه فرو خفت۔ روزے در منزلے که بودم دیوارے از بالائی درآمد۔ سنگے بپائے من خورد ضربتی شدید رسید که بیهوش افتادم۔ یکے از عربانم بپشت برداشت و بمنزل خود آورد۔ وجراحے را بخواند وگفت این غریب عجمے را پائے ضربت خورده است علاجے بکن جراح که بعلاج مشغول شد مرا۔ المی دیگر بر فزود۔ وغشی سخت روئے داد۔ هم درین حالت چه می بینم که پیرمردے بزرگوار سفید ریش سر در پیش۔ پائے مرا۔ بریش مقدس خود همی مالید گفتم کیستی که درین بیکسی مرا التفات میکنی۔ گفت همان ولی الهندم که قبر پیر مرا تجدید داده ومرا ممنون خود کرده۔ آنگاه بسینه مبارک خودم ضم فرمود۔ وبدره زری بخشید۔ وگفت بجیب خودش درکن وخرچ میده۔ انشاء الله تعالی زنهار تهی نمی شود بدره بجیب درکردم و در زمان بهوش آمدم۔ پائے را دیدم درست وبدره را در جیب وباطنے مصفا۔ وقلبے مجلا یافتم۔ ازان حین کفایت مهمات من از همان بدره است که هیچگاه کمی ندارد ٭

سیوم۔ از مولانا حسام الدین حاجی که یکے از مریدان شیخ نظام الدین اولیا قدس سره بود

منقول است کہ خواجہ کمال الدین مسعود شیروانی کہ یکے از مخلصان شیخ بہار الدین زکریا نور اللہ مرقدہٗ بود و بسے متمول بودہ اغلب سودائے جواہر کردے۔ وقتے از جزیرہ حرون بعزیمت بندر عدن راکب جہاز گشت ناگہاں باد مخالف پیدا شدہ ستون کشتی بشکست و نزدیک بود کہ کشتی غرق شود خواجہ کمال الدین شیروانی بعجز تمام توجہ بحضرت شیخ بہار الدین زکریا نمود و مدد خواست ہماندم شیخ در کشتی حاضر شدہ ہمہ اہل جہاز را بشارت نجات داد و غائب گشت۔ و بفرمان خدا تعالیٰ باد مخالف فرو نشستہ کشتی بسلامت بہ بندر عدن رسید۔ و تجار بالتمام از روئے صدق و اخلاص ثلث مال خویش را تسلیم خواجہ کمال الدین مسعود شیروانی نمودند۔ کہ بخدمت شیخ رساند خواجہ آن اموال را گرفتہ نصف جواہر خود نیز جہت شیخ جدا کردہ مصحوب خواجہ فخر الدین گیلانی کہ مرد معتبر و صادق بود بملتان فرستاد۔ خواجہ فخر الدین گیلانی بملازمت رسید بہماں صورت و کسوت کہ در جہاز مشاہدہ کردہ بود دیدہ بیشتر معتقد گشت۔ و اموال و جواہر را کہ قریب ہفتاد لک تنگہ بود گذرانید شیخ فرمود کہ در سہ روز ہمہ بفقرا و مساکین ایثار کنید۔ و خواجہ فخر الدین گیلانی از مشاہدہ آنحال زیادہ از وصف اعتقاد بہمرسانیدہ جملہ اموال خود را بنظر شیخ در آوردہ مجرد شد و در سلک مریداں منتظم گشت و بعد از چندگاہ از واصلان گشتہ خرقہ خلافت یافت +

ناظرین صرف یہہ ہی تمثیلیں کافی معلوم ہوتی ہیں بخوف طوالت اسی پر اکتفا کیا گیا انسان دنیا میں اور دین میں اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ اب ذرا غور کرو کہ مرزا صاحب کے پھل کیسے ہیں۔ ہر ایک فرد بشر کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا۔ خود ستائی کفر کو اسلام پر ترجیح دینا ✻ (جہاں شراب خوری اور زنا۔ شرعی تعزیر سے بری ہو) جو امور پنج کن اسلام ہیں اُن کے ساعی ہونا۔ تحریر میں وہ تہذیب بھری ہے کہ سلف سے آجتک کسی کی تحریر میں ایسی بے تہذیبی پائی نہ جانا۔ ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلنا ہر جملہ اور ہر پیرایہ میں برٹش گورنمنٹ پر احسان جتلانا۔ اور اپنے آپ کو خیر خواہ دلی قرار دیتے رہنا۔ دنیا داری۔ دنیا پرستی تو گویا قانون قدرت نے اُن کے خاندان میں ازل سے سرشت ہی کی ہوئی ہے۔ تو پھر جو ازلی سرشت ہے اُس سے مرزا صاحب اپنے آپ کو کیونکر جدا کر سکتے ہیں۔ آتش پرستی تو موروثی ہے۔ وہ آتش پرستی کا اثر ابتک خون میں روح کی طرح ایسا ملا ہوا ہے کہ تادم واپسین اُس کا جدا ہونا۔

✻ ترجیح سے مراد [illegible]

امر موہوم - وہی آتشی شعلہ ہیں - جو بھڑک رہے ہیں - جس گورنمنٹ کے ظل عاطفت اور مہد امن میں مرزا صاحب جھول ہی رہے ہیں اس سے تو خود ثابت ہو رہا ہے کہ مرزا صاحب ابھی شیر خوار بچہ کی طرح مہد سے باہر قدم رکھنے کے لائق ہی نہیں ہوئے اور یہہ سب مہدی کارروائیاں ہیں سن بلوغ - عالم شباب - پیری ابھی تو یہہ مرحلے طے کرنے ہیں تب آپ کے کردار اور گفتار کا اعتبار کیا جاوے تب ہی تو گورنمنٹ ان کی بیجا زبان درازیوں کو خیال میں نہیں لاتی - کیونکہ زیر قانون گورنمنٹ ابھی سزا کے قابل نہیں ہیں ورنہ اگر بالغ ہو کر پھر ایسے کلمات ناشائستہ زبان سے نکالتے تو کیا گورنمنٹ چھوڑتی کبھی نہیں - گورنمنٹ تو خود جانتی ہے کہ نابالغی کے ایام کے جرم قابل دست اندازی پولیس نہیں ہیں - کیونکہ ابھی مبعوث ہوئے مہ سال نہیں گزرے +

اب رہی دینی مصالحت - اس میں بھی ابھی بفضل الٰہی مہ سال سے سن شریف کم ہے - بلوغ کی حالت تک بھی نہیں پہنچی پھر نہیں معلوم کہ ہمارے علماء ایک طفل نابالغ کے ساتھ کیوں اُلجھ بیٹھے - جس کی کچھ تھوڑی سی تشریح پیش کی جاتی ہے - قانون قدرت نے مدارج کے انضباط بھی اُسی قسم کے رکھے ہیں جیسے طفلی - بلوغ - شباب - پیری - جب یہہ عینی ثبوت ہے - تو اسی طرز پر ہمیں کسی ایک خاص شخص کے قول پر جسے عقل بھی تسلیم کرے یہہ ماننا کہ ایسا ہی قانون قدرت نے ہر ایک چیز میں مدارج رکھے ہونگے - اور پھر جن کو وہ مدارج ملے ہوں وہ ہمارے ہی میں سے ہوں اور مشاہدہ میں بھی آچکے ہوں تو زیادہ اعتبار کے لایق ہیں - اور مزید براں - ایک ایسا مخبر صادق بھی اُسی قانون قدرت نے ہمارے ہی میں سے اتمام حجت کے طور پر ہم پر ظاہر کر دیا ہو کہ جسکا مثیل دنیا پیدا نہ کر سکے وہ فرد ہو - تو پھر کونسی چیز ہم کو شبہ میں ڈالنے والی ہے - کوئی - نہیں - اِس لیئے یقینی طور پر اس علم کے مطابق جتنا اُسی قانون قدرت نے ہمیں دیا ہوا ہے یہہ ماننا لازمی ہے +

اُس کی حقیقت معرفت میں اپنی عاجزی کا اقرار کرنا صدیقوں کی معرفت کا منتہا ہے - اُسکی حمد و ثنا میں اپنی تقصیر کا مقر ہونا فرشتوں اور پیغمبروں کی ثنا کی انتہا ہے - اُس کے جلال کی تجلی

چمک میں حیران رہجانا عقلمندوں کی عقل کی غایت ہے اُس کے جمال کی نزدیکی ڈھونڈھنے میں متحیر رہجانا۔ سالکوں اور مریدوں کی نہایت ہے۔

اس عجیب قانون قدرت کے شائبہ معرفت حاصل کرنے میں ایک عجیب کیفیت ہے جس کو تحریر اور بیان میں لانا ہر فرد بشر کا کام نہیں۔ اور اُس کی لذت نیچر سے وابستہ ہے بلکہ خود اُسی سے ہے۔ بباعث بعد قرب کے خواہشمند۔ تو ایسے متلاشی خانمان گم کردہ کو سوائے راہبر چارہ نہیں قانون قدرت بھی اسی کو چاہتا ہے کہ راہبر ہونا چاہئے پس ہمارے احمد مجتبیٰ ختم الانبیا۔ سرور عالم محمد مصطفیٰ۔ رازدار۔ رہنما۔ راہبر۔ ہادی۔ اسرار ربوبیت کے امانتدار۔ برگزیدہ حضرت پروردگار صلی اللہ علیہ وسلم۔ جن پر درود نامحدود ہردم بھیجنا انسان کا عین فرض ہے۔ عالم شہود میں جلوہ گر ہوئے۔ کوئی شخص ایسا نہ ہو کہ اُس کی ذات کی عظمت میں سوچ کرے کہ کیونکر ہے اور کیا ہے۔ کوئی دل ایسا نہ ہو کہ اُس کی عجیب صنعتوں سے ایک لحظہ غافل رہے کہ اُنکی ہستی کیا ہے اور کس کی قدرت سے برپا ہے تاکہ ضرور پہچانے کہ سب اُسی کی قدرت کے آثار ہیں اور اُسی کی عظمت کے انوار ہیں۔ اور سب عجائب غرائب اُسی کی حکمت کا ہے۔ اور سب پر تو جمال اُسی حضرت کا ہے اور جو کچھ ہے اُسی سے ہے اور سب اُسی کے سبب سے ہے۔ بلکہ خود سب وہی ہے۔ کہ کسی چیز کو اُسکی ہستی کے سوا حقیقت میں ہستی نہیں ہے بلکہ سبھوں کی ہستی اُسی کی نور ہستی کی پرچھائیں ہے اپنی ہستی کی پہچان سے قانون قدرت کی پہچان کا شائبہ حاصل ہوتا ہے اِس لئے فرمایا۔ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ اور اِسی لئے حق تعالیٰ نے فرمایا۔ سنریہم آیاتنا فی الافاق۔ و فی انفسہم حتیٰ یتبین لہم انہ الحق یعنے اپنی نشانیاں جہان میں اور ان کی ذاتوں میں ہم اُن کو دکھاتے ہیں تاکہ حق کی حقیقت اُنہیں ظاہر ہو۔ اسی طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام راجع ہے۔ کہ انسان اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ نیک اور بد کی تمیز نیچر نے ہمیں ہماری سرشت میں حصہ دیا ہوا ہے۔ آدم علیہ السلام نے ایک بیج کا مزہ چکھ کر اس نیک و بد کی شناخت میں زیادہ مہارت پیدا کرلی۔ تاہم کون کہہ سکتا ہے کہ کیوں نیک و بد دو نام سے تخصیص ہے یہ

اُسی قادر مطلق کا قانون قدرت ہے جب تک نیک کے مقابل بد کی شناخت نہ ہو۔ نیک کوئی نام نہیں
حضرت عیسی علیہ السلام نے اسکی طرف اشارہ کیا ہے کہ نیک کوئی نہیں سوائے اُسی ذات واحد کے
جو آسمانوں پر ہے اور آسمانوں اور زمینوں کا مالک ہے۔ اور اسی سے یہہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ میں کسی
وجہ سے اسکی کسی صفات کی شرکت کے لائق نہیں ہوں۔ اپنی عبودیت اور اُس کے خالق حقیقی ہونیکی
صفت ربوبیت کو کیا ثابت کیا ہے۔ اگر کوئی شخص یہہ کہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام مسئلہ توحید کی
تعلیم میں ناکامیاب رہے تو اُسکی اپنی کور باطنی کا نتیجہ ہے۔ اُنہوں نے صاف صاف ظاہر کر دیا اور
بار بار جتلا دیا کہ ایک کے سوا دوسرا نہیں جب شرکت صفت سے اپنے آپ کو جُدا کر لیا تو ذات کے
حصص ہونے تو ایک دوسری چیز ہے۔ تمام کلام معجز بیان اسی کی شہادت دے رہا ہے۔ اور
تابع قل الروح من امر ربی ٹھہرا رہا ہے۔ اُن کا کلام معجز بیان سے یہہ فرمانا۔ کہ اُس وقت اور اُس
گھڑی کو جو آنے والی ہے نہ میں نہ فرشتے نہ اور کوئی بتلا سکتا ہے۔ اُس کا علم کسیکو نہیں دیا گیا
یہہ امر تابع امر کنندہ ہے اور اُسی کے علم میں ہے۔ اپنی بیکسی۔ مسکینی۔ عجز۔ بشریت۔ عبودیت
جو جو صفات بشری ہیں اُن کا قایل خود اپنے آپ کو ٹھہرایا۔ پھر جن کو چشم بصیرت قانون قدرت
نے دی ہے وہ دیکھ سکتے ہیں اور جو ظلمت کوری میں قانون قدرت نے رکھے ہوئے ہیں انکو
کیسے نظر آئے۔ حضرت عیسی علیہ السلام کا یہہ کلام معجز بیان صرف مرسل ہونے پر اپنا آپ
شاہد ہے۔ کہ میں کسیکو بلا نہیں سکتا یہہ اُسی وحدہٗ لاشریک کے ید قدرت میں ہے جسکو چاہتا
ہے ہدایت میں شامل کرتا ہے۔ جس کو نہیں چاہتا نہیں شامل کرتا۔ مجھے تو صرف احکام توحید کے
سُنا دینے کے لئے مامور کیا ہے۔ کہاں تک اپنے اختیارات کو محدود کر کے دکھلایا ہے۔ دعا کی
تاثیرات کو بھی کیسے بتلا دیا۔ کہ دعا میں بھی اثر ہے۔ اور یہہ بھی ثابت کر دیا۔ کہ کس طرح سے دعا مانگنی
چاہئے اور اس سے یہہ بھی ظاہر کر دیا کہ میں ہر وقت اور ہر لحظہ دعا ہی سے کام لیتا ہوں میرا کام دعا
مانگنا ہے اور اُس خالق یکتا کا منظور کرنا اسکا فضل ہے اور اُس سے یہہ بھی ثابت کر دیا کہ میں ایک
بشر ہوں مجھے کسی طرح سے راز الٰہی میں دخل نہیں۔ وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ پھر بھی اگر یہہ نفس امارہ

بھٹکے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو خُدا کی روح خدا کی ذات کا ایک جز خُدا کے کاموں میں دخیل بنا دے تو عیسیٰ علیہ السلام کس کو روک سکتے ہیں روکنے والا نواور ہی ہے۔ پھر مرزا صاحب کا یہہ کہنا۔ "نا کامیاب" کتنی بڑی ہٹ دھرمی ہے۔ اگر کامیاب ہوتے تو پھر مرزا صاحب کو بھی۔ خود خُدا۔ ماننا پڑتا۔ ذرا غور سے اِس طرف توجہ کرد شاگردوں نے یہہ سوال کیا کہ اے استاد۔ تیرا نام لیکر ہم پلید اور بد روحوں کو حکم کرتے ہیں وہ نہیں نکلتیں اور جن کو تو حکم کرتا ہے وہ نکل جاتی ہیں۔ اُس کا جواب معجز بیان یہہ بیان فرمایا۔ کہ ایسی روحیں بجز دعا کے نہیں نکلتی ہیں۔ تمہارے میں وہ صدق اور وہ توجہ نہیں ہے کہ تمہاری دعا میں اثر ہو۔ یہہ سب دعا کا نتیجہ ہے۔ یہاں سے یہہ ثابت کر دیا کہ خالق کے اذن کے سوا کوئی کام نہیں ہوتا۔ میرا کام اور ہر فرد بشر کا کام دعا سے ملتجی ہوتا ہے۔ مدارج کا بھی ثبوت ہو گیا۔ کہ ہر فرد بشر کے لئے قانون قدرت نے مدارج رکھے ہیں +

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خاص خاص دعا کے لئے پہاڑ پر تن تنہا سب شاگردوں سے علیحدہ ہو کر جانا۔ اور تنہائی میں دعا مانگنا بہت جگہ سے اسی تواریخ میں جسکو اناجیل اربعہ سے مرزا صاحب تعبیر فرماتے ہیں ثابت ہے۔ پانی پر چلنا۔ اس کی صداقت کے لئے "ولو ازداد یقینا لمشی فی الھوا"۔ کافی ہے۔ پھر علم ترب۔ مسمریزم۔ سحر کی ایک شاخ۔ کس طرح سے ثابت ہو سکتی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جیسی فروتنی کی ہے اُن کی خرق عادات سے ظاہر ہے۔ دنیا و مافیہا سے کہانتک نفرت تھی۔ یہاں بالمقابل دنیا داری میں سے ایک سلسلہ کتب فروشی کی تمثیل کافی ہے۔ دینی معاملات میں۔ جو صاحب کشف اور صاحب کرامت آجتک گذر چکے ہیں۔ جن کی سوانح عمری کتب ہا مبسوط میں درج ہے۔ اُن سے مقابلہ کر کے دیکھ لو کہ کن سے مشابہت رکھتے ہیں۔ یہاں قید تحریر میں لا سکتا ہوں مگر عدم فرصتی مانع۔ آپکا کہیں یہہ دعوی۔ کہ مسیح موعود اور مہدی مسعود جو آنیوالے تھے دونو کی ذات اور صفات مجھ میں کُلّی اور قطعی طور پر حلول ہے کہیں پھر یہہ شبہ عاید ہو جاتا ہے کہ شاید میں وہ نہ ہوں وہ آئندہ کو آئیں اور یہہ اعلان کہ میں نے کب کہا ہے کہ آئندہ کو مسیح موعود اور مہدی مسعود نہ آئینگے لیکن میں بھی اُنہیں کی مثیل ہوں۔ یہہ اعلان آپکا کس پر مبنی ہے۔ کیوں دعوی استقرار حق کا فیصلہ

قطعی نہیں کرتے کہ میرے بعد کوئی مسیح موعود یا مہدی موعود نہیں آئیگا جیسا کہ خاتم النبیین کے لئے اُس قانون قدرت نے فیصلہ کر دیا ہے اپنے بارہ میں کیوں فیصلہ نہیں کرا تے جس حالت میں کہ اُس مسیح صادق سے ہر ایک امر میں اپنے آپ کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور پھر اُسی مسیح صادق کا اپنے آپ میں شائبہ ہونا تسلیم کرتے ہیں یہہ عجیب وغریب بحث اور حیرت انگیز تحریر ہے جب بہمہ صفت مسیح علیہ السلام سے اپنے آپ کو ترجیح دی جائے۔ تو اُس کی مثلیت سے کیوں عار نہیں آتی ہے۔ تمام عالم اِس امر پر اتفاق کریگا کہ اصل میں اور مثل میں۔ کتنا بڑا بھاری فرق ہے۔ جس سے کسیکو مثال دی جائے وہ کسی وجہ سے اُس سے زیادہ اوصاف والا نہیں ہوتا۔ اگر مثیل کے اوصاف قابل ترجیح ہوں تو پھر مثیل کیسا۔ اِس کے ثبوت میں یہہ ناقص العقل۔ خاص مرزا صاحب مثیل المسیح کے ارشاد کی بجنسہٖ نقل اور اُس پر اپنی رائے۔ پیش نظر صاحبان بصیرت کرتا ہے۔ اس کو بڑی غور اور انصاف کی نظر سے دیکھیں اور پھر فیصلہ کرلیں۔ قبل اس کے چند نظایروں میں سے ایک نظیر کا بیان کرنا میری تائید خیال کے لئے لازمی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مکاشفہ میں دنیا کو بوڑھیا عورت کی صورت پر دیکھا پوچھا کہ تو نے کتنے خاوند کئے۔ کہا کہ اس کثرت سے کہ گنتی میں نہیں آسکتے پوچھا مر گئے۔ یا طلاق دی۔ کہا نہیں۔ مینے سبھوں کو مار ڈالا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اُن احمقوں سے تعجب ہے کہ دیکھتے ہیں کہ اوروں کے ساتھہ تو نے کیا کیا اور پھر تیری رغبت کرتے ہیں۔ عبرت نہیں کرتے اللھم اعصمنا من سحرھا۔ دنیا ہاروت وماروت سے زیادہ جادوگر ہے۔ علم معرفت جس کا دعویٰ مثیل المسیح صاحب نے کیا ہے۔ وہ علم ایسا علم ہے کہ تمام انبیا جو ایک لاکھہ چوبیس ہزار گنے جاتے ہیں۔ اور سب اولیا اللہ جو اُمت محمدیہ میں اس تیرہ سو برس میں مبعوث ہوئے۔ کسی نے ایسا دعویٰ نہیں کیا۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے لئے آسمان پر کون کھانا پکاتا ہے کون کپڑا بنتا ہے۔ پاےخانہ کہاں ہے اور صدہا اعتراض۔ کیونکہ معترض تو خود ہی مرض مراق میں مبتلا ہے۔ محسوسات میں ہی قدم رکھا ہے یہیں مرض مراق پیدا ہوگیا۔ پھر آگے چلکر روحانیت کو کس طرح دیکھہ سکتے۔ روح جسکا سب تماشا ہے ہر فرد بشر میں موجود۔ اسکو تو پہچان ہی نہیں سکتا تنزیہ

جو ایک صفت باریتعالی ہے - اور صفت بھی ایک شائبہ ہے - کیونکہ سب صفتیں اُسی کی مخلوق ہیں - وہاں دم مارنا - مراق نہیں تو کیا ہے - لیکن جو روح کہ آدمی کی حقیقت ہے - اُس کا بھی ایک قیام گاہ ہے - یعنے جہاں سے وہ ظاہر ہوئی وہ اُس کا وطن ہے - وہاں سے وہ سفر کر آئی ہے راہ میں اُسے بہت منزلیں پڑتی ہیں - ہر منزل اور ہی عالم ہے - پہلی منزل عالم محسوسات ہے - پھر عالم مخیّلات - پھر عالم موہومات - پھر عالم معقولات - اس چوتھی منزل میں اُسے اپنی حقیقت کی کچھ خبر ہوتی ہے - اور اس حیوانیت کے درجہ سے نکلکر انسانیت کے درجہ میں آتا ہے - اس درجہ سے آگے ایک اور درجہ ہے وہ مقام انبیاو اولیا - و اہل تصوّف علیہم السلام ہے اور اس میں مدارج - انسان میں ایک صفت بینائی ہے وہ بھی دوسرے کے تابع - یعنے آفتاب اُس کا مددگار اس کی حقیقت اگر دریافت کرنا چاہیں کہ اُس کا ذریعہ کیا ہے اور کس چیز سے اُس کو پیدا کیا ہے - اُس کو چشم ظاہر سے نہیں دیکھہ سکتے مگر خلق سے ہی اور اُس کا خلق - قسم امر سے ہے - جوہر - عرض - صورت - کمیت - کیفیت - چھوٹائی بڑائی - مقدار کو اُس میں دخل نہیں - اب جمال لازوال کی زیارت - اور اس سے مسرت اور فرحت - جس چیز کا مشاہدہ ہوگا وہ خود بیچون اور بیچگون ہے - اور جس چیز سے اُسکا مشاہدہ ہے وہ بھی ایسی ہی ہے - پھر اِس امر کو کیوں نتسلیم کیا جاتا ہے - عقل ناقص - اگر اسے بجز اس کے کہ تسلیم کرے - کیا چارہ - چون و چرا کرے - تو پھر اُس کی سزا - سب کو بتلائی گئی ہے - اور یہہ بھی اُسی ذات نے بتلایا ہے کہ آدمی کی جان کی حقیقت اپنی ذات سے قائم ہے اور اپنی ذات اور خاص صفات کے قیام میں قالب سے آدمی مستغنی اور بے پرواہ ہے - اور اُس کی نیستی موت کے معنے نہیں کہ ہستی کے بعد پھر اُسی وجود میں لائینگے بلکہ یہہ معنے ہیں کہ اُسے کوئی قالب دینگے - یعنے جیسا پہلے کیا تھا پھر ایک بار قالب کو اُس کے تصرفات قبول کرنے پر مہیّا کردینگے - الست بربکم - قالوا بلی - اس کے سب قایل ہیں - مگر یہہ نہیں جانتے کہ کیوں ایسا ہوا - اس روح کی فنا کی خبر - کسی مخبر صادق نے نہیں دی بلکہ یوں بتلایا گیا کہ تم یہہ نہ سمجھو جو لوگ میری راہ میں مارے گئے وہ مردہ ہیں بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اور سرکار پروردگار سے اُنکو سرفرازی کی خلعت جو ملے ہیں اُس کے سبب سے خوش رہتے ہیں اور ہمیشہ اس سرکار ابد قرار سے روزی حاصل کرتے

ہیں اسیا ہی اشقیائے جنگ احد سے نام لے لیکر پکارنا۔ اور مخاطب ہونا۔ جب یہہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ گیا کہ انسان کی روح اُس روز سے جب کہ قالوبلیٰ کہا زندہ ہے اور قیامت تک سب روحیں۔ زندہ رہینگی اور عالم (برزخ) ارواح میں بھی۔ کھانا کپڑا ملتا ہے۔ اور ایک قالب بھی جس کے ذریعہ سے عالم ارواح میں سب جگہ سیر کرتے پھرتے ہیں۔ اور ہمارا کھانا کھلانا پانی پلانا اُن کے کام آتا۔ اور ہماری خیرات اور دعا سے کھڑکی قبر میں فراخ ہوتی جاتی ہے +

تو پھر قالب سے یہہ مراد کہ یہی قالب جو اربعہ عناصر سے مرکب ہوا ہو جسکو آجتک تسلیم کیا گیا ہے یہی قالب ہر وقت ہو جب کُرہ زمہریر سے اوپر اس قالب میں روح رہ نہیں سکتی۔ تو پھر روز قیامت جس روز گرمی کی جو شدت بیان کی گئی ہے یا تسلیم کی گئی ہے۔ ہوگی تو کس طرح روح اس قالب میں ٹھہرگی۔ اور جب ہم اس عنصری آنکھ سے اپنی روح کو نہیں دیکھہ سکتے تو کس طرح سے اُس ذات والا جلال کا جلال مشاہدہ ہوگا +

اگر خُدا ہر شے پر قادر نہیں تو جو کچھ احکام اُس نے فرشتوں اور نبیوں کے ذریعہ سے بھیجے ہیں۔ انکو ماننے کی کیا ضرورت۔ دوزخ۔ جنّت۔ سعادت۔ شقاوت۔ باغ۔ نہریں۔ بڑے بڑے محل (زمرد کے اور اور جواہرات کے)۔ کھانا پینا۔ کپڑا وغیرہ وغیرہ۔ مردے اہل ماتم اور اہل زیارت سے بلکہ جو کچھ اس عالم میں ہوتا ہے سب سے آگاہ ہیں۔ قبر میں۔ بہشت یا دوزخ کی کھڑکی لگ جاتی ہے۔ قبر میں عذاب کے لئے ننانوے اژدہے ہر اژدہے کے ننانوے سر۔ کافر کو قیامت تک کاٹتے ہیں۔ روح تو بدن کے ساتھہ نہیں وہ تو نقطۂ مفروضہ پر ہے۔ قبر میں جو بہشت کی کھڑکی ہوتی ہے وہ چوڑی ہوتی جاتی ہے۔ گویا اُس کے اقربا جو خیرات وغیرہ بعد اُس کے کرتے ہیں وہ کدال کا کام دیتی ہیں +

بعضوں کا تو یہہ خیال ہے اور امور آخرت میں دنگ ہیں اور کہتے ہیں کہ دوزخ کی صفت میں جو آیا ہے فقط ڈرانے کے واسطے ہے اور جنّت کے بارے میں شارع نے جو فرمایا ہے فقط شعبدہ ہے ان سب باتوں کا اقرار مرزا صاحب کیوں کرتے ہیں شاید اس امر کو بھی تسلیم کریں کہ جنت میں

انگور کے خوشہ بھی ہیں۔ اور حضرت ختم المرسلین نے نماز میں ہاتھ پھیلایا۔ فقط اسی قدر کافی معلوم ہوتا ہے
حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا۔ خمیر کی ہوئی مٹی سے بنانا۔ اُس میں خودبخود روح حیوانی
کا پیدا ہونا۔ پھر اُس میں نفخت فیہ من روحی اور پھر بہشت۔ امّاں حوّا کا حضرت آدم علیہ السلام کو نیند کا غلبہ دیکر۔
پسلی کو چیر کر۔ نکال لینا۔ اور پھر زخم کو مرہم عیسیٰ سے مندمل کر دینا۔ ہابیل اور قابیل کا قصہ۔ شیطان
کا غلبہ۔ باغ بہشت میں خُدا کا ہواخوری کو آنا۔ آدم علیہ السلام کا حجاب سے بھاگنا پتّوں سے
شرمگاہ ڈھکنا (وہ پتے کس درخت کے تھے) باغ بہشت سے منجنیق میں بٹھلا کر دنیا میں پھینک
دینا۔ چوٹ کا نہ لگنا۔ سراندیپ میں گرنا۔ ہر روز جوڑی پیدا ہونا۔ ہر ایک شے عالم محسوسات
کا انسان کو خود خبر دینا۔ روح القدس کا زمین پر ہزارہا بار اُترنا۔ موسیٰ علیہ السلام کو فرشتہ
کا نظر آنا۔ پتھر پر تیل ملنا۔ خُدا کے لئے ذبیحہ کرنا۔ ہر ایک گُناہ جو انسان دنیا میں کرے اُس کا
کفارہ یہیں دیدینا۔ قمری۔ یا کبوتر کے بچہ تک کفارہ میں مارنا۔ خدا کے عہد کا صندوق۔ خدا کا گھر
خُدا کا آگ میں ظہور کرنا۔ کوہ طور کا جل جانا۔ حضرت نوح علیہ السلام کا تمام حشرات الارض۔ چرند پرند کا
ایک ایک جوڑہ کشتی میں جمع کرلینا۔ ایک نبی کے کہنے سے۔ سورج اور چاند کا کھڑے ہوجانا۔ بانجھوں
کو اولاد دینا۔ اُن پر فرشتوں کا کسی انسانی صورت میں ظاہر ہونا اور کلام کرنا۔ اور فرشتوں کے
کلام کا سمجھنا۔ تین روز تک گونگے رہنا۔ ایک باکرہ کا پاک ہونا اور اُس کی عصمت پر گواہی دینا۔ بے
باپ کے بیٹا پیدا ہونا۔ ایک پیغمبر کا انسانی حالت میں رفع کرنا۔ چادر کا گرنا۔ دان کے گھرانے میں
زرعہ کا ایک شخص جس کا نام منوحہ۔ اُس کی جورو بانجھ۔ عجیب فرشتہ کا خبر دینا سمسون۔ جو خُدا کا
نذیر تھا۔ پیدا ہونا۔ سر کے بالوں کو استرہ نہ لگانا ایک گدھے کی جبڑی کی ہڈی سے ایک ہزار مرد کو مارنا
ایک مکان کو جس کے صرف چھت پر تین ہزار مرد و زن بیٹھے تماشا دیکھتے تھے سمسون کا اُٹھا کر پھینک
دینا اور سب کا ہلاک ہونا۔ جدعون کے ہمراہی ۳۲۰۰۰ ہزار میں سے صرف تین سو کو لڑائی کے لئے
رکھنا۔ ہزاروں پر فتحیاب ہونا۔ ایلیا نبی کا واقعہ۔ رفع کا۔ جس پر اتنی شہادتیں۔ بیت ایل کے انبیازادوں
کی پیشین گوئی۔ پچاس انبیازادوں کا مجمع یردن پر۔ ایلیا کا اپنی چادر کا دریائی یردن پر مارنا دریا کا

دو حصہ ہونا۔ خشکی سے پار ہونا۔ ایک آتشی رتھ اور آتشی گھوڑے پر بگولے میں ہو کر رفع۔ چادر کا کرنا الیسع کا اُٹھانا اور پھر اُسے دریائی یردن پر مارنا۔ پھر دوبارہ پانی کا جُدا ہونا خشکی پر سے پار آنا۔ نبی زادوں سے ملنا۔ تین دن تمام وادی میں اور پہاڑوں پر پچاس آدمیوں کا تلاش کرنا۔ یریحو کے تمام چشمے کھارے سے شیریں ہو جانا اور علیٰ ہذا القیاس ہزارہا عجائب کام بندوں کے ہاتھ سے ہوتے رہے ہیں۔ جن کو عقل تسلیم کرتی ہوئی گھبراتی ہے۔ مگر ماننی پڑی سر تسلیم خم ہی جو مزاج یار میں آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے آدم علیہ السلام حق تعالیٰ نے تمہیں بہشت میں اُتارا اور تمہارے ساتھ ایسا ایسا سلوک کیا تم کیوں مخطی ہو گئے۔ کہ اپنے تئیں اور ہم سب کو بلا میں مبتلا کیا حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے موسیٰ بھلا وہ خطا ازل میں میرے نام لکھی تھی یا نہیں جواب دیا ہاں لکھی تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ بھلا میں حکم خُدا کے خلاف کر سکتا تھا حضرت موسیٰ نے کہا نہیں پس حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اعتراض کو اُٹھا دیا اور حضرت موسیٰ لاجواب ہو گئے +

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام دونوں روتے تھے وحی آئی۔ کہ تمہیں بے خوف کیا ہے۔ تم روتے ہو۔ عرض کیا کہ بار خُدایا ہم تیرے مکر سے بے خوف نہیں ہیں۔ ارشاد ہوا کہ یونہیں سمجھتے رہو۔ جنگ بدر کے دن پہلے مسلمانوں کا لشکر ضعیف ہو گیا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈر کر فرمایا کہ بار خدایا۔ اگر یہہ مسلمان ہلاک ہو جائینگے۔ تو روئے زمین پر تیری بندگی کرنے والا کوئی نہیں رہیگا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ۔ خدا کو آپ کیا سوگند دلاتے ہیں۔ وہ تو آپ کی فتح کا وعدہ کر چکا ہے۔ اپنا وعدہ ضرور سچّا کریگا۔ اُسوقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہہ مقام تھا کہ وعدہ کرم پر اُنہیں اعتماد تھا اور جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہہ مقام تھا کہ آپ کو خیر الماکرین کے مکر سے خوف تھا اور یہہ مقام کاملتر ہے۔ یہہ مقام سوائے انبیاء علیہ السلام اور کو نہیں ملتا +

حضرت داؤد علیہ السلام چالیس دن برابر سجدے میں پڑے رویا کئے حتّٰی کہ اُنکے آنسوؤں سے

گھانس اُگ آئی۔ ندا آئی کہ داؤد کیوں روتا ہے۔ اگر ننگا بھوکا پیاسا ہو تو عرض کر۔ تاکہ کھانا۔ پانی کپڑا بھیجدوں۔ پس ایسا نالہ سوزاں کیا۔ کہ اُن کے سانس کی گرمی سے لکڑی میں آگ لگ گئی۔ پس حق تعالیٰ نے اُن کی توبہ قبول فرمائی۔ عرض کیا کہ بارخدایا میری خطا میری ہتھیلی پر نقش کر دے تاکہ میں بھولوں نہیں۔ حق تعالیٰ نے اُن کی عرض قبول فرمائی۔ پھر جب وہ کھانے پانی کیواسطے ہاتھہ بڑھاتے۔ تو اُس نقش کو دیکھتے اور روتے۔ کبھی اسقدر روتے کہ لوگ پانی کا۔ کاسہ اُنہیں دیتے۔ وہ پُر نہ ہوتا۔ بلکہ آپ کے آنسوؤں سے پُر ہو جاتا۔ روایت ہے۔ کہ حضرت داؤد علیہ السلام اسقدر روئے کہ اُن کی طاقت زائل ہو گئی عرض کیا کہ یا ارحم الراحمین میرے رونے پر تو رحم نہیں فرماتا وحی آئی کہ داؤد تو رونے کا ذکر کرتا ہے اور خطا کو بھول گیا۔ عرض کیا کہ بارخدایا خطا بھلا کیونکر بھولونگا خطا کرنے کے پہلے جب میں زبور پڑھتا تھا۔ تو بہتا ہوا پانی نہر میں ٹھہر جاتا۔ چلتی ہوئی ہوا رک جاتی۔ اُڑتے ہوئے جانور میرے سر پر جمع ہو جاتے وحشی جانور میری محراب میں چلے آتے۔ اب یہہ کوئی بات نہیں۔ بارخدایا یہہ کیا وحشت ہے۔ کیسی نفرت ہے۔ ارشاد ہوا۔ کہ اے داؤد۔ وہ اُنس طاعت تھا۔ یہہ وحشت خطا۔ ای داؤد۔ آدم میرا بندہ تھا اُسے مینے اپنے دست لُطف سے پیدا کیا۔ اپنی روح اُس میں پھونکی۔ ملائیکہ کو اُس کے سجدہ کا حکم کیا۔ خلعت کرامت اُسے پہنایا۔ تاج وقار۔ اُس کے سر پر رکھا۔ اُس نے اپنی تنہائی کا گلہ کیا۔ حوّا کو میں نے پیدا کیا۔ اور دونوں کو بہشت میں رکھا اُس نے ایک خطا کی۔ میں نے ننگا اور ذلیل کر کے اپنی درگاہ سے نکال دیا۔ اے داؤد تو سُن اور حق جان کہ تو ہماری اطاعت کرتا تھا۔ ہم تیری اطاعت کرتے تھے۔ تو نے سوال کیا وہ ہم نے تجھے دیا۔ تو نے خطا کی ہم نے مہلت دی۔ بایںہمہ اب بھی توبہ کر کے اگر تو ہماری طرف رجوع کریگا تو ہم قبول کرینگے ✦

روایت ہے۔ کہ حضرت داؤد علیہ السلام جب اپنی خطا پر نوحہ کیا چاہتے تو سات دن تک کچھ نہ کھاتے اور اپنی بی بیوں کے پاس نہ جاتے۔ پھر صحرا میں تشریف لے جاتے اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے فرماتے۔ کہ ندا کنندہ ندا کرے۔ کہ اے بندگان خُدا جو داؤد کا نوحہ سُنا چاہے وہ آئے

بستیوں سے آدمی آشیانوں سے پرند۔ بیابانوں اور پہاڑوں سے وحوش و درند وہاں آتے حضرت داؤد علیہ السلام پہلے حق تعالیٰ کی ثنا فرماتے تمام خلق آہ و فریاد کرتے پھر جنت اور دوزخ کا حال بیان کرتے پھر اپنی خطا پر نوحہ کرتے حتّٰی کہ بہتیری خلق خوف وہراس سے مرجاتی۔ تب حضرت سلیمان اُن کے کان کے پاس آکر عرض کرتے کہ بابا جان بس کیجیے کہ بہت خلق ہلاک ہوگئی۔ اور ندا کرتے کہ اپنے اپنے مردے اٹھالیجاؤ لوگ اٹھالیجاتے +

مشتے نمونہ از خروارے۔ طول کی فرصت نہیں۔ وقت بہت قلیل ہے۔ جو جو حضرت داؤد علیہ السلام کی نسبت اور اُن کے خاندان کی نسبت جناب مرزا صاحب کی قلم سے نکلا ہے۔ اُس سے موازنہ کرنے کے لیے یہی کافی ہے۔ اہل بصیرت خود فیصلہ فرمالیں +

حصہ پنجم

ازابتدائے صفحہ ۲۹۵ لغایت ۳۲۲

نقل حاشیہ رسالہ اوہام

مرزا غلام احمد قادیانی

بعض لوگ موحدین کے فرقہ میں سے بحوالہ آیت قرآنی یہہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم انواع واقسام کے پرندے بناکر اور اُن میں پھونک مار کر زندہ کردیا کرتے تھے۔ چنانچہ اس بنا پر اس عاجز پر اعتراض کیا ہے کہ جس حالت میں مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ ہے تو پھر آپ بھی کوئی مٹی کا پرندہ بنا کر پھر اُسکو زندہ کرکے دکھلائیے کیونکہ جس حالت میں حضرت مسیح

الجواب

مشتے نمونہ از خروارے

بعض کے لفظ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہہ اپنے ہی وہم کا نام موحد رکھکر بحث شروع کی گئی ہے جب بعضے ایسا کہتے ہیں۔ تو اس امر پر حجت اور دلیل کو قائم کرنا کیا معنے۔ اگر یہی سے اس کے کسی سرغنہ کا خیال تحریر۔ یا جواب الجواب پر یہہ بحث شروع کرتے اور بالمقابل اُس کو نشانہ بناتے۔ یا اول اُس کی تحریر نقل کرتے بعد میں دلایل اُس کی رد میں پیش کرتے تو پڑھنے والے کو سہولیت ہوتی۔ اور سمجھنے میں بھی کم وقت پیدا

کے کروڑہا پرندہ بنائے ہوئے ابتک موجود ہیں جو
ہر طرف پرواز کرتے نظر آتے ہیں تو پھر مثیل مسیح بھی
کسی پرندہ کا خالق ہونا چاہئے +

ان تمام اوہام باطلہ کا جواب یہہ ہے کہ وہ
آیات جن میں ایسا لکھا ہے متشابہات میں سے
ہیں اور اُن کے یہہ معنی کرنا کہ گویا خدا تعالی نے
اپنے ارادہ اور اذن سے حضرت عیسیٰ کو صفات
خالقیت میں شریک کر رکھا تھا - صریح الحاد اور
سخت بے ایمانی ہے کیونکہ اگر خدا تعالی اپنی صفات
خاصہ الوہیت بھی دوسروں کو دیسا عطا کرسکتا ہے
تو اس سے اُسکی خدائی باطل ہوتی ہے اور موحد
صاحب کا یہہ عذر کہ ہم ایسا اعتقاد تو نہیں رکھتے
کہ اپنی ذاتی طاقت سے حضرت عیسیٰ خالق طیور تھے
بلکہ ہمارا عقیدہ یہہ ہے کہ یہہ طاقت خدا تعالی نے
اپنے اذن اور ارادہ سے ان کو دے رکھی تھی
اور اپنی مرضی سے ان کو اپنی خالقیت کا حصہ دار
بنا دیا تھا اور یہہ اُس کو اختیار ہے کہ جسکو چاہے
اپنا مثیل بنا دے قادر مطلق جو ہوا - یہہ سراسر
مشرکانہ باتیں ہیں اور کفر سے بدتر اس موحد کو
یہہ بھی کہا گیا کہ کیا تم اب شناخت کر سکتے ہو
کہ ان پرندوں میں سے کونسے ایسے پرندے ہیں

ہوتی - عام لوگوں کا خیال تو اس فرقہ میں بھی ایسا
ہی سمجھنا چاہئے جیسا کہ - رام سنگہ کوکہ کے پیروؤں کا
تھا جسکو اُسی زمانہ کے لوگوں نے بچشم خود دیکھا ہے
اور چشم دید واقعہ زیادہ وقعت رکھتا ہے - اگر بفرض محال
جیسا کہ ایک ذہنی موحد صاحب کی بدولت حضرت
عیسیٰ علیہ السلام پر جن کو ہمارا اسلام اولوالعزم
نبی برحق مانتا ہے - وار پر وار کئے جائیں کیا اُس
میں ہمارے اسلام کی شان میں کچھ زیادہ فخر بڑھ گیا
نہیں بلکہ اگر بغور و تعمق کی نظر سے دیکھو تو موجودہ
افتخار میں جو تیرہ سو برس سے حاصل تھا بہت
کچھ تغیر پیدا ہو گیا - اور ماسوائے اس کے یہہ بھی
مشکل آن بنی کہ ہمارے نبی آخر الزمان کی قدر و
منزلت میں کسی قدر ضعف عاید ہو گیا - بلکہ خود
اُس قادر مطلق کو جو قدرت آجتک حاصل تھی اُس
میں بھی خلل واقعہ ہو گیا +

مرزا صاحب کے اقوال تو اس ایک پنجابی
مثل سے خوب مشابہت رکھتے ہیں - آپے
میں رجّی پُجّی - آپے میرے بچے جیون - آپ
پر جس وہمی موحد نے یہہ اعتراض کیا - کہ کروڑہا
پرندے ابتک موجود ہیں اور پرواز کرتے نظر
آتے ہیں اس موحد نے نام تو ایک پرندکا بھی

جواُن پرندوں کی نسل ہیں جن کے حضرت عیسیٰ
خالق ہیں تو اُس نے اپنے ساکت رہنے سے یہہ
ہی جواب دیا کہ میں شناخت نہیں کرسکتا۔ اب
واضح رہے کہ اس زمانہ کے بعض موحدین کا یہہ
اعتقاد کہ پرندوں کی نوع میں سے کچھہ تو خدا تعالےٰ
کی مخلوق اور کچھہ حضرت عیسیٰ کی مخلوق ہے سراسر
فاسد اور مشرکانہ خیال ہے اور ایسا خیال رکھنے
والا بلاشبہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اور یہہ عذر
کہ ہم حضرت عیسیٰ کو خدا تو نہیں مانتے بلکہ یہہ مانتے
ہیں کہ خدا تعالےٰ نے بعض اپنی خدائی کی صفتیں
اُن کو عطا کردی تھیں نہایت مکروہ اور باطل عذر
ہے۔ کیونکہ اگر خدا تعالیٰ اپنے اذن اور ارادہ سے
اپنی خدائی کی صفتیں بندوں کو دیسکتا ہے۔ تو
بلاشبہ وہ اپنی ساری صفتیں خدائیکی ایک بندے
کو دیکر پورا خدا بنا سکتا ہے پس اس صورت میں
مخلوق پرستوں کے کُل مذاہب سچے ٹھہر جائینگے
کیونکہ اگر خدا تعالیٰ کسی بشر کو اپنے اذن اور ارادہ
سے خالقیت کی صفت عطا کر سکتا ہے تو پھر وہ اس
طرح کسی کو اذن اور ارادہ سے اپنی طرح عالم الغیب
بھی بنا سکتا ہے اور اس کو ایسی قوت بخش سکتا
ہے جو خدا تعالیٰ کی طرح ہر جگہ حاضر اور ناظر ہو اور

نہیں بتایا۔ جب تک نام نہ بتاتا جب تک آپ اُسکا
پیچھا نہ چھوڑتے۔ تا کہ مجھہ جیسے ناقص العقل بھی
سُن لیتے کہ فلانے فلانے پرند حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کے بنائے ہوئے ہیں۔ اور آپ سے بھی تب
درخواست کیجاتی۔ وہ موحد تو بڑا احمق ہے کہ آپ کو
مثیل مسیح سمجھتا ہے آپ تو بدرجہا مسیح علیہ السلام
سے قدرت میں زیادہ بڑھے ہوئے ہیں جس کی
شہادت خود آپکا ہذیان دے رہا ہے۔ کیونکہ اول
تو وہ آیات قرآنی جن میں ایسا لکھا ہے متشابہات
میں سے ہیں۔ جب متشابہات کی صراحت تیرہ
سو برس سے جس میں صحابہ کرام۔ تابعین تبع
تابعین۔ امام اولیاء اللہ۔ مجدد سب شامل
ہیں نہ کرسکے۔ بلکہ اُس زمانہ قرب میں جبکہ مامون
رشید کے وقت میں ہر علم کا درجہ کمال تک پہنچا
تسلیم کیا جاتا ہے۔ صرف ایک نظیر قابل قدر
اور داد ہے جس کو مختصر طور پر پیش ارباب بصیرت
کیا جاتا ہے۔ علامہ نضر بن شمیل نے مامون
کی قدردانی کا شہرہ سُنکر۔ بصرہ سے خراسان جانے
کا قصد کیا۔ تو اُن کی مشایعت کے لئے جو لوگ
شہر سے نکلے اُن کی تعداد قریباً تین ہزار تھی جن
میں سے ایک شخص بھی ایسا نہ تھا۔ جو محدث یا

ظاہر ہے کہ اگر خدائی کی صفتیں بھی بندوں میں تقسیم
ہوسکتی ہیں تو پھر خدائے تعالی کا وحدہ لاشریک ہونا
باطل ہے جسقدر دنیا میں مخلوق پرست ہیں وہ بھی
یہہ تو نہیں کہتے کہ ہمارے معبود خدا ہیں بلکہ اُن
موحدوں کی طرح ان کا بھی درحقیقت یہی قول ہے
کہ ہمارے معبودوں کو خدائے تعالی نے خدائی
کی طاقتیں دے رکھی ہیں اب اعلے و برتر تو
وہی ہے۔ اور یہہ صرف چھوٹے چھوٹے خدا ہیں
تعجب کہ یہہ لوگ یا رسول اللہ کہنا شرک کا کلمہ سمجھ کر
منع کرتے ہیں۔ لیکن مریم کے ایک عاجز بیٹے کو
خدائی کا حصہ دار بنا رہے ہیں۔ بھایئو آپ
لوگوں کا دراصل یہی مذہب ہے کہ خدائی بھی
مخلوق میں تقسیم ہوسکتی ہے اور خدائتعالی جسکو
چاہتا ہے۔ اپنی صفت خالقیت و رازقیت
و عالمیت و قادریت وغیرہ میں ہمیشہ کے لئے شریک
کردیتا ہے تو پھر آپ لوگوں نے اپنے بدعتی بھایئوں
سے اسقدر جنگ و جدل کیوں شروع کر رکھی ہے
وہ بچارے بھی تو اپنے اولیا کو خدا کر کے نہیں
مانتے۔ صرف یہی کہتے ہیں کہ خدائتعالی نے اپنے
اذن اور ارادہ سے کچھہ کچھہ خدائی طاقتیں اُنہیں
دے رکھی ہیں اور انہی طاقتوں کی وجہ سے جو

نحوی۔ یا لغوی۔ یا عروضی۔ یا اصولی کے معزز
لقب سے ممتاز نہ ہو۔ امام بخاری صاحب اُسی
زمانہ میں تھے۔ اُن کی کتاب جامع۔ صحیح خود
اُن سے جن لوگوں نے پڑھی وہ تعداد میں نوے
ہزار سے کم نہ تھے۔ اور مرزا صاحب اُس کو جامع
مشتبہہ فرماتے ہیں۔ فقہا۔ محدثین میں سے یحی بن
معین۔ امام بخاری۔ محمد بن سعد کاتب واقدی
ابن علنبہ سفیان بن عینیۃ۔ عبد الرحمن بن مہدی
یحی القطان یونس بن بکیر ابو مطیع البلخی شاگرد
امام ابی حنیفہ۔ اسحق بن الفرات قاضی مصر حسن
بن زیاد اللولوی۔ شاگرد امام ابو حنیفہ حماد بن اسامہ
حافظ بن ہشام روح بن عبادہ۔ ابو داؤد الطیالسی
غازی بن قیس شاگرد امام مالک امام واقدی
ابو حسان زیادی۔ محمد بن نوح العجلی۔ علی بن ابی
مقاتل۔ یہہ وہ لوگ ہیں کہ آج مذہبی علوم کے
ارکان انہیں کی روایتوں پر قائم اور خصوصاً
امام شافعی و امام احمد حنبل کا تو یہہ وہ پایہ ہے کہ اسلامی دنیا
کے بڑے بڑے حصوں میں انہیں کے اجتہادی مسائل گیارہ
سو برس سے آجتک مذہبی قانون بنے ہوئے ہیں ان تمام فقہا و
محدثین میں سے کسیکو یہہ نکتہ جسنے اسلام میں سوجھی نہ لاکھوں شاگرد رشید
میں سے کسیکو یہہ شبہہ پیش آیا جو اب مرزا صاحب کو

باذن الٰہی اُن کو حاصل ہیں وہ کسی کو بیٹا دیتے ہیں اور کسی کو بیٹی اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں نذریں اور نیازیں لیتے ہیں اور مرادیں دیتے ہیں اگر اب کوئی طالب حق یہہ سوال کرے کہ اگر ایسے عقائد سراسر باطل اور مشرکانہ خیالات ہیں تو ان آیات قرآنیہ کے صحیح معنے کیا ہیں جن میں لکھا ہے کہ مسیح ابن مریم مٹی کے پرندے بنا کر پھونکتا اُن میں مارتا تھا تو وہ باذن الٰہی پرندے ہو جاتے تھے

سو واضح ہو کہ انبیا کے معجزات دو قسم کے ہوتے ہیں +

(۱) ایک وہ جو محض سماوی امور ہوتے ہیں جن میں اِنسان کی تدبیر اور عقل کو کچھہ دخل نہیں ہوتا جیسے شق القمر جو ہمارے سید و مولیٰ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا اور خدا تعالیٰ کی غیر محدود قدرت نے ایک راستباز اور کامل نبی کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے اُس کو دکھایا تھا

(۲) دوسرے عقلی معجزات ہیں جو اُس خارق عادت عقل کے ذریعہ سے ظہور پذیر ہوتے ہیں جو الہام الٰہی سے ملتی ہے جیسے حضرت سلیمان کا وہ معجزہ جو صرح ممرد من قواریر ہے جسکو دیکھکر بلقیس کو ایمان نصیب ہوا اب جاننا چاہیئے

گرداب میں ڈال رہا ہے۔ اُس کی اصلیت کس طرح سے مان لیجائے۔ کہ مسیح اور مسیح کا خدا دونوں بدقسمت۔ یہودیوں کی تعلیم سکے تئے گئے اُنہوں نے دونوں کو مار پیٹ کر نکال دیا بیٹے کو پکڑکر سولی دی۔ باپ نے کسی حیلہ سے پنطوس پلاطوس کی عورت کے ذریعہ سے یہہ سوجھایا کہ اگر میرا بیٹا مر گیا تو تیری بادشاہت جاتی رہیگی اُس نے چوری سے اپنے سپاہیوں کو جو مسیح کو حوالات میں صلیب تک لے گئے تھے سمجھا دیا تھا کہ اُس کی ہڈی مت توڑنا اور خود عیسیٰ علیہ السلام نے جان کے خوف سے ایسا دم کھینچا کہ سانس تک نہ لیا یہانتک کہ قبر میں رکھے گئے۔ حبس دم کا عمل بھی ایک عمل الترب کی شاخ ہے جب روح حیوانی کی گرمی سے مٹی کے پرندوں میں حرکت پیدا کر دیتے تھے تو اپنی زندگی کو حبس دم کے ذریعہ سے چندے قائم رکھنا کچھہ بڑی بات نہیں تھی کیونکہ مرقس باب ۱۵۔ آیت ۳۴ میں لکھا ہے۔ کہ تیسرا گھنٹہ تھا جب چھٹا گھنٹا ہوا اُس ساری سرزمین پر اندھیرا چھا گیا۔ اور نویں گھنٹے تک رہا۔ اس کے بعد صوبہ دار نے خود دیکھا کہ کس طرح سے

کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہہ حضرت مسیح کا معجزہ
حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرح صرف عقلی تھا
تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ اُن دنوں میں ایسے
امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے
کہ جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے اور دراصل بیہود
اور عوام کو فریفتہ کرنیوالی تھی۔ وہ لوگ جو فرعون
کے وقت میں مصر میں ایسے ایسے کام کرتے تھے
جو سانپ بناکر دکھلا دیتے تھے اور کئی قسم کے جانور
تیار کرکے اُن کو زندہ جانوروں کی طرح چلا دیتے
تھے وہ حضرت مسیح کے وقت میں عام طور پر یہودیوں
کے ملکوں میں پھیل گئے تھے اور یہودیوں نے
اُن کے بہت سے ساحرانہ کام سیکھ لئے تھے جیسا
کہ قرآن کریم بھی اس بات کا شاہد ہے سو کچھ تعجب
کی جگہ نہیں کہ خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح کو عقلی
طور سے ایسے طریق پر اطلاع دیدی جو ایک مٹی کا
کھلونا کسی کل کے دبانے یا کسی پھونک مارنے
کے طور پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسا پرندہ پرواز کرتا ہے
یا اگر پرواز نہیں تو پیروں سے چلتا ہو کیونکہ حضرت
مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس
برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے
ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایک ایسا

یسوع نے جان چھوڑی۔ جب شام ہوئی یوسف
آرمیتیا۔ پلاطوس کے پاس گیا اور لاش طلب
کی۔ اُس نے اسے لاش دلادی۔ جس نے
اُسے کفنایا۔ اور ایک قبر میں جو چٹان میں کھودی
گئی تھی اُسے رکھا اور اُس قبر کے دروازہ پر
ایک پتھر ڈھلکا دیا۔ اور پھر وہاں سے بصد خواری
اور حیلہ چھوٹ کر چند روز شاگردوں کے پاس چھپے
رہے جب افشاء راز ہونے لگا تو شاگردوں نے
بھی جواب دیا مجبوراً دیس نکالا لیا۔ اب دیس
نکالے کے وقت باپ اپنے بیٹے کو لیکر تن تنہا
چل پڑا۔ سڑک پر اکیلا مسافر جس کو دیس نکالا
دیا گیا جاتا ہوا سب نے دیکھا۔ ان دیکھنے والوں
کو رشوت بھی ضرور ہی دی ہوگی۔ اگر نہ دیتے تو
ضرور اُسی وقت پھر پکڑوا دیتے۔ منزل بمنزل
پاپیادہ پہاڑوں اور غاروں میں چھپتا ہوا کشمیر کے
پہاڑ پر جہاں یہودی مذہب کا اُس وقت تک
کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ آنکر پناہ گزیں ہوئے۔
واہ واہ کیا خوب عزت مسیح اور مسیح کے خدا کی
مرزا صاحب نے کی ہے اور پھر اُس پر یہہ طرہ
کہ آپ بھی اُسی مسیح کے مثیل بنتے ہیں۔ اگر ایسے
ہی واقعات مثیل المسیح کو پیش آئیں اور جلد آئیں

کام ہے جس میں کلوں کی ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہوجاتی ہے اور جیسے انسان میں قوا ء موجود ہوں انہیں کے موافق اعجاز کے طور پر بھی مدد ملتی ہے جیسے ہمارے سید مولا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی قوی جو دقائق اور معارف تک پہنچنے میں نہایت تیز اور قوی تھے سو انہیں کے موافق قرآن شریف کا معجزہ دیا گیا جو جامع جمیع دقائق و معارف الٰہیہ ہے پس اس سے کچھ تعجب نہیں کرنا چاہئیے کہ حضرت مسیح نے اپنے دادا سلیمان کی طرح اسوقت کے مخالفین کو یہہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو اور ایسا معجزہ دکھانا عقل سے بعید بھی نہیں کیونکہ حال کے زمانہ میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ اکثر صناع ایسی ایسی چڑیاں جو کل کے ذریعہ سے پرواز بھی کرتی ہیں بناتے ہیں بمبئی اور کلکتہ میں ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں اور یوروپ اور امریکہ کے ملکوں میں بکثرت ہیں اور ہر سال نئے نئے نکلتے آتے ہیں - اور چونکہ قرآن شریف اکثر استعارات سے بھرا ہوا ہے اِس لئے ان آیات کے روحانی طور پر یہہ معنی بھی کرسکتے ہیں کہ مٹی کی چڑیوں سے وہ اُمّی اور نادان لوگ ہیں جن کو حضرت عیسیٰ نے

تاکہ ہم بھی دیکھہ لیں تب تو یقین کرلیں کہ وہ مسیح اور یہہ مثیل المسیح ایک ہیں کیونکہ آپکا خُدا ایسا ہی کمزور خُدا ہے کہ اول تو اُس کی یہودیوں میں پیش نہ گئی اور اب پھر دوبارہ بیٹے نے جنم لیا تو یہاں بھی وہی واقعہ پیش آیا - کہ ایکدفعہ کالا پانی جانا پڑا جب تک یہہ وقوعہ نہ ہو تب تک پوری مماثلت نہیں ہوسکتی

مرزا صاحب کا بار بار انہیں الفاظ کے اعادہ کرنے سے یہہ ثابت نہیں ہوتا کہ ایک بات پر زور دے رہے ہیں اور کلام کی تقویت کر رہے ہیں بلکہ ایسے طوالت عبارت آرائی کے فن کو بالکل ہلاک کر رہی ہے +

وہمی موحد بیچارے کی کیوں گت بنائی جاتی ہے جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی کلام معجز بیان سے یہہ فرما رہے ہیں کہ میں ایک مرسل ہوں میرا کام - حکم کا سُنا دینا ہے اسکے سوا مجھے کچھ اختیار نہیں - یہی کلمہ موحد صاحب کے جواب کے لئے کافی تھا - وہ بیچارہ تو اس لائق ہی نہیں ہے کہ یہہ عذر کرے - کہ ہم ایسا اعتقاد نہیں رکھتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی ذاتی طاقت سے خالق تھے - بلکہ خود خدا نے

اپنا رفیق بنایا گویا اپنی صحبت میں لیکر پرندوں کی صورت کا خاکہ کھینچا پھر ہدایت کی روح اُن میں پھونک دی جس سے وہ پرواز کرنے لگے +

ماسوا اس کے یہہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز طریق عمل الترب یعنے مسمریزمی طریق سے بطور لہو و لعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں کیونکہ عمل الترب میں جسکو زمانہ حال میں مسمریزم کہتے ہیں ایسے ایسے عجائبات ہیں کہ اُس میں پُوری پُوری مشق کرنیوالے اپنی روح کی گرمی دوسری چیزوں پر ڈالکر اُن چیزوں کو زندہ کے موافق کر دکھاتے ہیں اِنسان کی روح میں کچھ ایسی خاصیت ہے کہ وہ اپنی زندگی کی گرمی ایک جماد پر جو بالکل بیجان ہے ڈال سکتے ہیں تب جماد سے وہ بعض حرکات صادر ہوتی ہیں جو زندوں سے صادر ہوا کرتی ہیں۔ راقم رسالہ ہذا نے اس علم کے بعض مشق کرنے والوں کو دیکھا جو اُنہوں نے ایک لکڑی کی تپائی پر ہاتھ رکھ کر ایسا اپنی حیوانی روح سے اُسے گرم کیا کہ اُس نے چارپایوں کی طرح حرکت کرنا شروع کر دیا اور کتنے آدمی گھوڑے کی طرح اُس پر سوار ہوئے اور اُس کی تیزی اور حرکت میں کچھ کمی نہ ہوئی سو یقینی طور پر خیال کیا

اُن کو خالقیت میں حصّہ دے رکھا تھا ایسا تو کا خیال تو عیسائیوں میں بھی نہیں ہے۔ اگر ایسا خیال ہوتا تو کیا ضرورت تھی کہ عبارت مندرجہ بالا کو اناجیل اربعہ میں رہنے دیتے +

روح کیا ہے اور کیا خاص صفت روح کی ہے۔ اِس کے بیان کرنے کی شریعت نے اجازت نہیں دی یہہ راز سربستہ ہے۔ اس کی اصل حقیقت سمجھنے کے لئے علم سوائے پیغمبروں کے دوسرے کو عطا نہیں ہوا اگر اِس راز سربستہ کی تشریح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تو کسی کی سمجھ میں نہ آتا۔ بلکہ سب انکار کرتے۔ اِسی مصلحت سے خاموشی تھی ورنہ یہہ کہنا کہ حضرت ختم المرسلین اُس کو بتلا نہ سکے یہہ سراسر غلطی ہے۔ والذین جاھدو۔ سے یہہ راز سربستہ۔ اس روح پر خود بخود کھل جاتا ہے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ نے جو قادر مطلق ہے اپنی ذات کا عکس تو اوّل ہی اس خاکی میں ڈالا ہے۔ اُس سے روح مراد ہے اُس حکیم کی حکمت میں کس کو دخل ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کس نے بتلایا سوا مریم کے۔ جو دھوپیں آینہ سے پڑھکر۔ دیکھ لو۔ جب یہہ درجہ نبوت ابتدا میں حاصل تھا تو بعد

جاتا ہے کہ اگر ایک شخص اس فن میں کامل مشق رکھنے
والا مٹی کا ایک پرند بنا کر اُس کو پرواز کرتا ہوا بھی
دکھا دے تو کچھ بعید نہیں کیونکہ کچھ اندازہ نہیں کیا
گیا کہ اس فن کے کمال کی کہانتک انتہا ہے اور
جبکہ ہم بچشم خود دیکھتے ہیں کہ اس فن کے ذریعہ سے
ایک جماد میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ جانداروں
کی طرح چلنے لگتا ہے تو پھر اگر اُس میں پرواز بھی ہو
تو بعید کیا ہے مگر یاد رکھنا چاہئے کہ ایسا جانور
جو مٹی یا لکڑی وغیرہ سے بنایا جائے اور عمل الترب
سے اپنی روح کی گرمی اُس کو پہنچائی جائے وہ
درحقیقت زندہ نہیں ہوتا بلکہ بدستور بیجان
اور جماد ہوتا ہے صرف عامل کی روح کی گرمی
باروت کی طرح اُس کو جنبش میں لاتی ہے اور
یہہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ان پرندوں کا پرواز
کرنا قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا بلکہ
اُن کا ہلنا اور جنبش کرنا بھی بپایہ ثبوت نہیں
پہنچتا اور نہ درحقیقت اُن کا زندہ ہو جانا ثابت
ہوتا ہے اس جگہ یہہ بھی جاننا چاہئے کہ سلب
امراض کرنا یا اپنی روح کی گرمی جماد میں ڈال دینا
درحقیقت یہہ سب عمل الترب کی شاخیں ہیں ہر ایک
زمانہ میں ایسے لوگ ہوتے رہے ہیں اور مفلوج

تکمیل اور والذین جاھدو۔ جس کے مرزا
صاحب خود قایل ہیں شعبدہ بازی۔ معاذاللہ
نقل کفر کفر نباشد۔ ہزیان نہیں تو اور کیا ہے
اسے جہد کے ذریعہ یہہ لقب پیغمبری۔ ولایت۔
استدراج۔ حاصل ہوتے ہیں اسی کے ذریعہ
سے باوا نانک صاحب بقول مرزا صاحب ایک
سچّے مسلمان ولی۔ اوتار۔ استدراجی۔ نبی۔
جن کا یہہ قالب عنصری آجتک مفقود ہے۔
چولہ صاحب جس کو خدا نے۔ اپنے ہاتھہ سے
بنایا۔ اُس کی کل کیفیت کہ کس طرح سے بنایا
بیان کرنے سے قاصر رہے۔ مگر جیسا میری
عقل ناقص میں آتا ہے بیان کرتا ہوں۔ یہہ
مسئلہ تو سب کا مسلّمہ ہے۔ کہ بہشت میں سب
اجناس پھل وغیرہ موجود ہیں۔ کیونکہ اگر گندم
نہ ہوتی تو باوا آدم صاحب نے کھایا کیا۔ اگر
انجیر کا درخت نہ ہوتا۔ تو پھر ستر عورت کاہے
سے ڈھکتے۔ اگر انگور نہ ہوتا۔ تو حضرت خوشہ
کیسے دیکھتے۔ اب شہتوت کے درخت بھی ضرور
ہونگے۔ جن پر ریشم کے کیڑے ہوں اور اُن
پر فرشتے متعین ہوں کہ ریشم جمع کرتے رہیں
اور اُن سے ریشم بنایا جائے اور پھر لاکھوں

اور مبروص مدقوق وغیرہ ان کی توجہ سے اچھے ہوتے
رہے ہیں جن لوگوں کی معلومات وسیع ہیں وہ
میرے اس بیان پر شہادت دے سکتے ہیں کہ بعض
فقرا نقشبندی و سہروردی وغیرہ نے بھی ان
مشقوں کی طرف بہت توجہ کی تھی اور بعض ان
میں یہاں تک مشاق گذرے ہیں کہ صدہا
بیماروں کو اپنی یمین و یسار میں بٹھا کر صرف نظر سے اچھا
کر دیتے تھے اور محی الدین ابن عربی صاحب کو
بھی اس فن میں خاص درجہ کی مشق تھی اولیاء
اور اہل سلوک کی تواریخ اور سوانح پر نظر ڈالنے
سے معلوم ہوتا ہے کہ کاملین ایسے عملوں سے
پرہیز کرتے رہے ہیں۔ مگر بعض لوگ اپنی ولایت
کا ایک ثبوت بنانے کی غرض سے یا کسی اور
نیت سے ان مشغلوں میں مبتلا ہو گئے تھے اور
اب یہہ بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو چکی
ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم باذن و حکم الٰہی الیسع
نبی کی طرح اس عمل الترب میں کمال رکھتے تھے
گو الیسع کے درجہ کاملہ سے کم رہے ہوئے تھے
کیونکہ الیسع کی لاش نے بھی وہ معجزہ دکھلایا کہ
اُس کی ہڈیوں کے لگنے سے ایک مردہ زندہ ہو گیا
مگر چوروں کی لاشیں مسیح کے جسم کے ساتھ لگنے

فرشتے اس ریشمی کارخانہ کے چلانے کے لئے
ہونگے۔ اور ریشمی تھان تیار کر کے اُس کارخانہ
میں جہاں فرشتے درزی کا کام کرتے ہیں پہنچاتے
ہونگے اور حُلّہ ہائے بہشتی سی سی کر رکھتے ہونگے
کیونکہ بے تعداد روحیں ہیں۔ خُدا کی بارگاہ سے
سب کو نوش پوش ملتا ہے۔ وہاں کپاس کا
بھی درخت ضرور ہوگا۔ جس کی ترکیب فرشتے
اسی طرح سے جیسا کہ اس جہان میں روئی سے کپڑا
بنانے اور پھر اُس کی پوشش میں استعمال
لانے میں کی جاتی ہے۔ کرتے ہونگے۔ کیونکہ سب
روحوں کو حسب مدارج اعمال حُلّہ نصیب ہونگے
کسی کو ریشمی۔ کسی کو تن زیب۔ خاصہ۔ ململ۔ لٹّھہ
جین۔ گاڑہ۔ سوسی۔ وغیرہ وغیرہ۔ اب سب
کا خالق اور اوستاد تو خود ایک ہی خدا ہے جس
خاص بندے کے لئے کوئی پیراہن۔ عبا۔ قبا۔
جولہ عطا کرنا چاہتا ہے۔ اُس کو خاص اپنی قدرت
سے سیتا ہے اور اس دنیا میں بذریعہ کسی مقرب
فرشتہ کے بھیج دیتا ہے۔ جیسا کہ بابا نانک صاحب
کے لئے بھیجا مگر جب تک دوبارہ مرزا صاحب خود
جا کر اُسے نہ دیکھ آویں یہہ بتلانا مشکل ہے کہ
ریشمی ہے یا سوتی۔ اگر یہہ بھی معلوم ہو جاتا تو قیاس

سے ہرگز زندہ نہ ہو سکیں یعنے وہ دو چور جو مسیح کے
ساتھ مصلوب ہوئے تھے بہرحال مسیح کی یہہ تربی
کارروائیاں زمانہ کے مناسب حال بطور خاص
مصلحت کے تھیں مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ یہہ عمل
ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اسکو
خیال کرتے ہیں اگر یہہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل
نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے
امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت
ابن مریم سے کم نہ رہتا لیکن مجھے وہ روحانی طریق
پسند ہے جس پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
قدم مارا ہے اور حضرت مسیح نے بھی اس عمل
جسمانی کو یہودیوں کی جسمانی اور پست خیالات
کی وجہ سے جو اُن کی فطرت میں مرکوز تھے باذن
و حکم الٰہی اختیار کیا تھا ورنہ دراصل مسیح کو بھی
یہہ عمل پسند نہ تھا واضح ہو کہ اس عمل جسمانی کا ایک
بڑا خاصہ یہہ ہے کہ جو شخص اپنے تئیں اس مشغولی
میں ڈالے اور جسمانی مرضوں کے رفع دفع کرنے
کے لئے اپنی دلی اور دماغی طاقتوں کو خرچ کرتا
رہے وہ اپنی اُن روحانی تاثیروں میں جو روح
پر اثر ڈال کر روحانی بیماریوں کو دور کرتے ہیں بہت
ضعیف اور نکما ہو جاتا ہے اور امر تنویر باطن اور

کر سکتے تھے کہ بابا نانک صاحب کو کونسا درجہ
حاصل ہے" "اب جاننا چاہیئے کہ بظاہر ایسا معلوم
ہوتا ہے" اس فقرہ کی تحریر سے خود مرزا صاحب
یقینی طور پر نہیں کہہ سکتے۔ نہ علم لدنی سے نہ
علم الہام سے بلکہ بظاہر ایک قیاسی تذکرہ کرتے
ہیں جس کی کچھ بھی وقعت نہیں "تاریخ سے
یہہ ثابت ہے کہ اُن دنوں میں ایسے امور کی
طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے کہ
جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے اور دراصل
بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔
وہ لوگ جو فرعون کے وقت میں ایسے ایسے کام
کرتے تھے جو سانپ بنا کر دکھا دیتے تھے اور
کئی قسم کے جانور طیار کر کے اُن کو زندہ جانوروں
کی طرح چلا دیتے تھے وہ حضرت مسیح کے وقت
میں عام طور پر یہودیوں کے ملکوں میں پھیل گئے
تھے۔ اور یہودیوں نے اُن کے بہت سے ساحرانہ
کام سیکھ لئے تھے" اب اس مضمون مرزا صاحب
پر غور کرنے والے خود نتیجہ نکال سکتے ہیں شعبدہ
اور سحر۔ کیا موزوں لفظ ہیں جن کے معنی ایک
ہی سمجھے گئے۔ کیا شعبدہ اور سحر میں کچھ فرق
نہیں۔ جب خدا نے سحر کے کاموں سے سخت

تزکیہ نفوس کا جو اصل مقصد ہے اُس کے ہاتھ سے
بہت کم انجام پذیر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ گو حضرت
مسیح جسمانی بیماریوں کو اس عمل کے ذریعہ سے
اچھا کرتے رہے مگر ہدایت اور توحید اور دینی
استقامتوں کے کامل طور پر دلوں میں قائم کرنے
کے بارے میں اُن کی کارروائیوں کا نمبر ایسا کم
درجہ کا رہا کہ قریب قریب ناکام کے رہے لیکن
ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ ان جسمانی
امور کی طرف توجہ نہیں فرمائی اور تمام زور اپنی روح
کا دلوں میں ہدایت پیدا ہونے کے لئے ڈالا اسی
وجہ سے تکمیل نفوس میں سب سے بڑھکر رہے اور
ہزارہا بندگان خُدا کو کمال کے درجہ تک پہنچا دیا اور
اصلاح خلق اور اندرونی تبدیلیوں میں وہ ید بیضا
دکھلایا کہ جسکی ابتدائے دنیا سے آجتک نظیر نہیں
پائی جاتی۔ حضرت مسیح کے عمل الترب سے وہ
مردہ جو زندہ ہوتے تھے یعنے وہ قریب الموت
آدمی جو گویا نئے سرے زندہ ہو جاتے تھے وہ
بلاتوقف چند منٹ میں مرجاتے تھے کیونکہ بذریعہ
عمل الترب روح کی گرمی اور زندگی صرف عارضی
طور پر اُن میں پیدا ہو جاتی تھی مگر جن کو ہمارے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زندہ کیا وہ ہمیشہ زندہ

ممانعت بار بار کی ہے۔ اور سحر کا اثر دوسرے
شخص پر پڑ سکتا ہے نہ شعبدہ کا۔ جب شعبدہ
کے کام اور سحر کے کام یہودیوں میں عام طور پر
پھیلے ہوئے تھے۔ تو اُن کے مقابلہ میں اگر
حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُسی قسم کے شعبدہ
سے اور سحر سے کام لیتے۔ تو کیا۔ اُس کی تردید
فوراً وہ یہودی نہ کرتے۔ اور ہنسی اور ٹھٹھے میں نہ
اُڑاتے۔ کہ یہ عجیب پیغمبر ہے کہ جو فعل ہمارے عام
آدمی جانتے ہیں۔ اُس کو ہمارے سامنے کر کے
دکھلانا کیسی بے عقلی ہے۔ اور ایک ادنیٰ سے
ادنیٰ استعداد والا خود ہی نادم ہوتا ہے کیا کوئی
عقل سلیم والا اب بھی اس بات کو مان سکتا ہے
کہ وہی شعبدہ اور سحر جو عام جانتے ہوں اسی فعل
کے ذریعہ کوئی شخص اپنا فروغ ظاہر کرے۔ وہ کیسا
بے وقوف ہے۔ اب اس سے صاف ظاہر ہے
کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے کسی طرح سے
اُن کے شعبدہ اور سحر سے بالکل مطابقت نہ رکھتے
ہونگے۔ اس میں اور اُس میں زمین اور آسمان
کا فرق ہوگا۔ ایسے فرق کے ثابت کرنے کے
لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے باذن اللہ تعالیٰ
ایسا معجزہ دکھلایا ہوگا۔ جب پانی پر چلنا جو بشری

رہینگے اور یہہ جو ہینے مسمریزمی طریق کا عمل الترب
نام رکھا جس میں حضرت مسیح بھی کسی درجہ تک مشق
رکھتے تھے یہہ الہامی نام ہے اور خدا تعالے
نے مجھپر ظاہر کیا کہ یہہ عمل الترب ہے اور اس عمل
کی عجائبات کی نسبت یہہ بھی الہام ہوا۔ ھذا
ھو الترب الّذی لا یعلمون یعنے یہہ وہ عمل
ترب ہے جس کی اصل حقیقت کی زمانہ حال کے
لوگوں کو کچھہ خبر نہیں ورنہ خدا تعالیٰ اپنی ہر ایک
صفت میں وحدہٗ لاشریک ہے اپنی صفات الوہیت
میں کسی کو شریک نہیں کرتا فرقان کریم کی آیات
بیّنات میں اسقدر اس مضمون کی تائید پائی
جاتی ہے جو کسی پر مخفی نہیں جیسا کہ وہ عزّ اسمہٗ
فرماتا ہے الذی له الملک السموات والارض
ولم یتخذ ولدًا ولم یکن له شریک فی الملک
وخلق کل شیءٍ فقدرہٗ تقدیرا۔ واتخذوا
من دونه آلهة لا یخلقون شیئًا وهم
یخلقون ولا یملکون لانفسهم ضرًّا ولا
نفعًا ولا یملکون موتًا ولا حیوةً ولا نشورا
سورۃ الفرقان الجزو نمبر ۱۸ یعنے خدا وہ خدا ہے جو
تمام زمین و آسمان کا اکیلا مالک ہے کوئی اُس کا
حصّہ دار نہیں اُس کا کوئی بیٹا نہیں اور نہ اسکے

طاقت سے بعید ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو
حاصل تھا۔ تو کیا تعجب ہے کہ بالمقابل کسی شعبدہ
کے اس بات کے لئے بھی دعا کی ہو اور دعا مستجاب
ہوئی ہو۔ جسکا ذکر قرآن کریم سے بھی پایا جاتا ہے
فرعون کے ساحروں کے بالمقابل عصائے موسیٰ
کا معجزہ۔ باذن اللہ تعالیٰ تھا۔ یا وہ حضرت
موسیٰ علیہ السلام کا روح حیوانی کے ذریعہ سے
اُس لکڑی میں حرارت غریزی کا پہنچانا تھا۔ یا سحر
کے ذریعہ سے کوئی عمل یا منتر پڑھکر اُسپر پھونک
دیا تھا۔

پھر اُس میں منطقی دلائل لانے اور اُس کو یہانتک
طوالت دینا کہ اُس کی صفت خالقیت میں دوسرے
کو شریک کرنا عین شرک ہے۔ یا یہہ شرک ہے کہ
پیغمبروں کی شان میں یہہ کہنا کہ چونکہ وہ شعبدہ
بازی اور سحر کی جانب مایل تھے اُن کی صفات پیغمبری
میں اسی سبب سے ضعف عاید ہو گیا تھا اور
وہ محروم اور ناکامیاب رہے) اُن کا محروم اور ناکامیاب
رہنے میں کوئی اُن کا ذاتی فائدہ تھا یا وہ صرف
منجانب اللہ ایک منصبی کام پر مامور ہو کر آئے تھے
اگر وہ اپنے ذاتی اقتدار میں ناکامیاب رہے۔ تو
وہ خُدا کی جانب سے مامور من اللہ کسی طرح سے

ملک میں کوئی اُس کا شریک اور اُس نے ہر ایک
چیز کو پیدا کیا پھر ایک مدّت تک اُس کے جسم اور
اُس کی طاقتوں اور اُسکی عمر کو محدود کر دیا اور
مشرکوں نے بجز اُس خدائے حقیقی کے اور ایسے
ایسے خدا مقرر کر رکھے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے
بلکہ آپ پیدا شدہ اور مخلوق ہیں اپنے ضرر اور نفع
کے مالک نہیں ہیں اور نہ موت اور زندگی اور
جی اُٹھنے کے مالک ہیں - اب دیکھو خدا تعالیٰ
صاف صاف طور پر فرما رہا ہے کہ بجز میرے کوئی
اور خالق نہیں بلکہ ایک دوسری آیت میں فرماتا
ہے کہ تمام جہان ملکر ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتا
اور صاف فرماتا ہے کہ کوئی شخص موت اور
حیات اور ضرر اور نفع کا مالک نہیں ہو سکتا
اس جگہ ظاہر ہے کہ اگر کسی مخلوق کو موت اور
حیات کا مالک بنا دینا اور اپنی صفات میں
شریکر دینا اُس کی عادت میں داخل ہوتا تو وہ
بطور استثنا ایسے لوگوں کو ضرور باہر رکھہ لیتا
اور ایسی اعلیٰ توحید کی ہمیں ہرگز تعلیم نہ دیتا
اگر یہہ وسواس دل میں گذرے کہ پھر اللہ جل شانہ
نے مسیح ابن مریم کی نسبت اُس قصّہ میں جہاں
پرندہ بنانے کا ذکر ہے تخلق کا لفظ کیوں استعمال

نہیں تھے - پھر اُن کو لقب پیغمبر یا مرسل مرزا صاحب
کس ثبوت میں دیتے ہیں وہ تو بقول مرزا صاحب
دنیاوی جاہ و جلال اور اقتدار حاصل کرنے
کے لئے عام شعبدہ بازوں میں سے ایک تھے
اور وہ بھی بے سود جو شخص اس امر کا خود مقر
ہو کہ ہدایت من جانب اللہ ہے پھر وہ اپنی
ذاتی اغراض کے لئے شعبدہ بازی کرے

حیف ہے ایسی رائے زرین پر +

داؤد علیہ السلام میں بھی یہہ عمل الترب
شعبدہ - سحر موجود تھا - کیونکہ بقول مرزا صاحب
جسقدر توہین اُن کی تالیفات میں مذکور ہے
اُس کو دوبارہ یہاں درج کرنا طوالت ہے مرزا
صاحب کی تالیفات سے پڑھ لیں - یہاں اسقدر
اُن کا شعبدہ باز اور ساحر ہونا بالمقابل تحریر
مرزا صاحب کافی معلوم ہوتا ہے حضرت داؤد
علیہ السلام موم کی زرہیں بنایا کرتے تھے - اور
اُن میں کسی حکمت عملی - شعبدہ - سحر کے ذریعہ
سے روح حیوانی کی حرارت غریزی ایسی داخل
کرتے تھے کہ وہ فولاد کی جو ایک عمدہ قسم لوہے
کی ہو بن جاتی تھیں - اُن میں یہہ کمال سالہا
سال تک بلکہ دائمی قائم رہتا تھا - حضرت عیسیٰ

کیا جس کے بظاہر یہہ معنی ہیں کہ تو پیدا کرتا ہے اسکا
جواب یہہ ہے کہ اس جگہ حضرت عیسیٰ کو خالق قرار دینا
بطور استعارہ ہے جیسا کہ اس دوسری آیت میں
فرمایا ہے فتبارک اللہ احسن الخالقین
بلاشبہ حقیقی اور سچا خالق خدا تعالیٰ ہے اور جو لوگ
مٹی یا لکڑی کے کھلونے بناتے ہیں وہ بھی خالق
ہیں مگر جھوٹے خالق جن کے فعل کی اصلیت کچھہ نہیں
اور اگر یہہ کہا جائے کہ کیوں بطور معجزہ جائز نہیں
کہ حضرت مسیح علیہ السلام اذن اور ارادہ الٰہی سے
حقیقت میں پرندہ بنا لیتے ہوں اور وہ پرندے اُن
کے اعجازی پھونک سے پرواز کر جاتے ہوں تو
اُس کا جواب یہہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے اذن و
ارادہ سے کسی شخص کو موت و حیات اور ضرر اور
نفع کا مالک نہیں بناتا نبی لوگ دعا اور تضرع سے
معجزہ مانگتے ہیں معجزہ نمائی کی ایسی قدرت نہیں
رکھتے جیسا کہ انسان کو ہاتھہ پیر ہلانے کی قدرت
ہوتی ہے غرض معجزہ کی حقیقت اور مرتبہ سے یہہ
امر بالاتر اور ان صفات خاصہ خدا تعالیٰ میں سے
ہے جو کسی حالت میں بشر کو مل نہیں سکتیں معجزہ
کی حقیقت یہہ ہے کہ خدا تعالیٰ ایک امر خارق عادت
یا ایک امر خیال اور گمان سے باہر اور امید سے بڑھکر

علیہ السلام کے سحر میں یہہ تاثیر نہیں تھی کہ وہ
چند لمحہ بھی رہے بقول مرزا صاحب تو سب کے
سب ساحر جادوگر تھے منجانب اللہ نہ تھے مزید
برآں - یہانتک تو صرف بشری طاقتوں کا ذکر ہے
اب اگر ذرا غور اور تامل سے مرزا صاحب کے کلام
کا لب لباب نکالا جائے تو یہہ نکلتا ہے - کہ عیسیٰ
علیہ السلام - مثیل المسیح صاحب کا خدا - ایک جگہ
تو - فن سحر اور شعبدہ بازی میں کچھہ کامیاب ہوا -
کیونکہ گو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بہت سی التجا
کی اور دعائیں بھی مانگیں اور دل سے متنفر بھی رہے
(وہی دل یا روح انسانی جسکو خود خدا نے اپنی قدرت
کاملہ سے عکسی طور پر سب فرد بشر میں ڈالا ہوا ہے
نہ یہہ دل جو ایک مضغہ گوشت ہے اور نہ روح
حیوانی - بلکہ دل سے مراد - عین اور خاص روح
انسانی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں بھی تھی
جسپر روح القدس کا نزول تھا - اُس دل سے
متنفر بھی رہے) مگر کیا کریں قہر درویش بر جان درویش
اس میں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بالکل بری ہیں
کیونکہ الہامی طور پر اپنے مثیل کو بتلا دیا کہ میں تو
اُس خدا سے بالمقابل اڑ نہیں سکا اور مجھے تجربہ
بھی نہ تھا - گو میں کتنا ہی متنفر رہا اور میری روح

ایک اپنے رسول کی عزت و صداقت ظاہر کرنے
کے لئے اور اُس کے مخالفین کی عجز اور مغلوبیت
جتلانے کی غرض سے اپنے ارادہ خاص سے
یا اُس رسول کی دُعا اور درخواست سے آپ
ظاہر فرماتا ہے۔ مگر ایسے طور سے جو اُسکی صفات
وحدانیت و تقدّس و کمال کے منافی و مغائر نہو
اور کسی دوسرے کی وکالت یا کارسازی کا اُس
میں کچھ دخل نہ ہو +

اب ہر ایک دانشمند سوچ سکتا ہے کہ یہہ
صورت ہرگز معجزہ کی صورت نہیں کہ خدا تعالیٰ
دائمی طور پر ایک شخص کو اجازت اور اذن دیدے کہ تو مٹی کے
پرندے بنا کر پھونک مار کر وہ حقیقت میں جانور بنجایا کرینگے اور اُنمیں
گوشت اور ہڈی اور خون اور تمام اعضاء جانوروں کے بنجائینگے
ظاہر ہے کہ اگر خدا تعالیٰ پرندوں کے بنانے میں اپنی خالقیت
کا کسی کو وکیل ٹھہرا سکتا ہے۔ تو تمام امور خالقیت میں
وکالت نامہ کا عہدہ بھی کسیکو دے سکتا ہے۔ اس
صورت میں خدا تعالیٰ کی صفات میں شریک ہونا
جائز ہوگا گو اُس کے حکم اور اذن سے ہی سہی اور
نیز ایسے خالقوں کے سامنے اور فتشابہ الخلق
علیھم کی مجبوری سے خالق حقیقی کی معرفت
مشتبہ ہو جائیگی۔ غرض یہہ اعجاز کی صورت

نہایت بیزاری ظاہر کرتی رہی اور نہایت منّت اور
سماجت بھی کی۔ مگر کوئی شنوائی نہیں ہوئی خدا
نے تو مجھ سے جب طفل مہد تھا یہہ اقرار کیا تھا۔
اور اُسوقت خود خدا مجھ میں ہو کر بولا تھا۔ کیونکہ
عنصری ترکیب کے مطابق مجھ میں گویائی کی طاقت
نہ تھی اور یہہ بولا تھا۔ قال انی عبد اللّٰہ
اٰتٰنی الکتٰب وجعلنی نبیا وجعلنی
مبٰرکا این ما کنت واوصٰنی بالصلوٰۃ
والزکوٰۃ ما دمت حیا و برا بوالدتی
ولم یجعلنی جبارا شقیا والسلٰم علی
یوم ولدت و یوم اموت و یوم
ابعث حیا۔ جب میں ترکیب عنصری کو پورا
کر کے عقل و فہم ہنر۔ سب چیز کے لائق ہوا تو جو
وعدہ مجھ سے کیا تھا کہ تجھ کو میں ایک نبی بناؤنگا
اُس وعدے سے بالکل خلاف گیا۔ بجائے اسکے
تم خوب جانتے ہو اور اپنی تمام تالیفات میں یہہ
ہی ڈھنڈورا پیٹ رہے ہو کہ ناکامیاب۔ ناکامیاب
ناکامیاب۔ اب مجھ سے جبراً کام لیا تو یہہ لیا۔
کہ جس سے اُس خدا کو پہلے نہایت نفرت تھی
ساحروں کے لئے کیا کیا احکام بھیجتا رہا اور
کیا کیا سزائیں دیں۔ مگر اب خود ہی جبراً۔ ادھر

نہیں یہہ تو خدائی کا حصّہ دار بنانا ہے۔ بعض
دانشمند شرک سے بچنے کے لیئے یہہ عذر پیش کرتے
ہیں کہ حضرت مسیح جو پرندے بناتے تھے وہ بہت
دیر تک جیتے نہیں تھے اُن کی عمر چھوٹی ہوتی تھی
تھوڑی مسافت تک پرواز کرکے پھر گر کر مرجاتے
تھے۔ لیکن یہہ عذر بالکل فضول ہے اور صرف
اس حالت میں ماننے کے لائق ہے کہ جب یہہ
اعتقاد رکھا جائے کہ اُن پرندوں میں واقعی اور
حقیقی حیات پیدا نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ صرف
ظلّی اور مجازی اور جھوٹی حیات جو عمل الترب کے
ذریعہ سے پیدا ہوسکتی ہے ایک جھوٹی جھلک
کی طرح اُن میں نمودار ہوجاتی تھی۔ پس اگر اتنی ہی
بات ہے تو ہم اس کو پہلے سے تسلیم کرچکے ہیں
ہمارے نزدیک ممکن ہے کہ عمل الترب کے ذریعہ
سے پھونک کی ہوا میں وہ قوت پیدا ہوجائے
جو اس دُخان میں پیدا ہوتی ہے جس کی تحریک
سے غبارہ اوپر کو چڑھتا ہے صانع فطرت نے اس
مخلوقات میں بہت کچھ خواص مخفی رکھے ہوئے
ہیں ایک شریک صفات باری ہونا ممکن نہیں اور
کونسی صنعت ہی جو غیر ممکن ہی۔ اور اگر یہہ اعتقاد رکھا جائے
کہ اُن پرندوں میں واقعی اور حقیقی حیات پیدا ہوجاتی تھی اور

مائل ہوگیا۔ کہ مجھے شعبدہ باز۔ اور ساحر کا لقب
دیا بلکہ یہہ ہی فن سیکھنے کے لئے مجبور کیا میں کیا
کرسکتا تھا کیونکہ میں تو ایک بشر ضعیف البنیان
اُسی کی پیدائش میں سے ایک کیڑا تھا۔ اُس نے
جو چاہا پہلے کیا۔ اور جو چاہا مجھ سے کیا۔ میں
بری الذمہ ہوں تم خود انصاف کرلو جو کچھ تم نے
کہنا ہے اپنے خدا سے کہو مجھے کیوں بدنام کرتے ہو
جبکہ تمہاری تحریر سے خود ثابت ہے۔ کہ میں متنفّر
تھا۔ پھر بھائی صاحب نہایت افسوس کی بات
ہے کہ تم مجھ پر الزام لگاتے ہو میں الزام سی بالکل
بری ہوں۔ میں تو بار بار پکار پکار کر کہتا رہا ہوں
کہ مجھ میں ذاتی کوئی طاقت نہیں ہے۔ نہ پیغمبری
نہ عمل الترب۔ نہ مسمریزم۔ نہ شعبدہ نہ سحر میں
تو صرف باذن اللہ تعالی ایک مرسل ہوں۔ تم
کو احکام الٰہی سُناتا ہوں۔ جس کو وہ خود ہدایت
کرے مان لے۔ میرے میں یہہ بھی اختیار نہیں
کہ کسی ایک فرد بشر کے قلب کو پھیر سکوں۔ آنے
والی گھڑی کی خبر۔ سوائے ذات پاک کسیکو
نہیں۔ میں تو صرف اُسی قدر پہنچاتا ہوں جسقدر
ڈالنے والا مجھ میں ڈالتا ہے۔ یعنے میں ایک
لکڑی کی تپائی بقول مرزا صاحب ہوں۔ جب

سچ مچ اُن میں ہڈیاں گوشت پوست خون وغیرہ
اعضاء بنکر جان پڑ جاتی تھی تو اس صورت میں
یہہ بھی ماننا پڑیگا کہ اُن میں جاندار ہونے کے تمام
لوازم پیدا ہو جاتے ہونگے اور وہ کھانے کے
بھی لائق ہوتے ہونگے اور اُن کی نسل سے
بھی آجتک کروڑہا پرندے زمین پر موجود ہونگے
اور کسی بیماری سے یا شکاری کے ہاتھہ سے مرتے
ہونگے تو ایسا اعتقاد بلاشبہ شرک ہے بہت لوگ
اس وسوسہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اگر کسی
نبی کی دعا کرنے سے کوئی مردہ زندہ ہو جائے
یا کوئی جماد جاندار بن جائے تو اُس میں کونسا شرک
ہے ایسے لوگوں کو جاننا چاہئے کہ اس جگہ دعا
کا کچھہ ذکر نہیں اور دعا کا قبول کرنا یا نہ کرنا اللہ
جل شانہ کے اختیار میں ہوتا ہے اور دعا پر جو
فعل مترتب ہوتا ہے وہ فعل آلہی ہوتا ہے نبی
کا اُس میں کچھہ دخل نہیں ہوتا اور نبی خواہ دعا
کرنے کے بعد فوت ہو جائے نبی کے موجود
ہونے یا نہ ہونے کی اُس میں کچھہ حاجت نہیں
ہوتی۔ غرض نبی کی طرف سے صرف دعا ہوتی
ہے جو کبھی قبول اور کبھی رد بھی ہو جاتی ہی لیکن
اس جگہ وہ صورت نہیں اناجیل اربعہ کے دیکھنے

اپنی حرارت غریزی سے اس تپائی کو گرم کرتا ہے
یہہ تپائی بولنے لگ جاتی ہے کیونکہ تپائی دو
ٹانگ کی بھی ہوتی ہے اب ہم دیکھیں تم ہوشیار
رہتے ہو کہ نہیں۔ مرزا صاحب نے تو ایک ہی
کلمہ میں اس ساری رام کہانی کا جواب دیدیا
کہ چونکہ یہہ تجربہ ایک دفعہ تمہارے پر ہو چکا ہے
بھلا ہم کاہیکو اُس کے دام تزویر میں آ پھنسینگے۔
(یہہ عاجز۔ اس عمل کو۔ مکروہ اور قابل نفرت
سمجھتا ہے۔) عاجز کا لفظ یہاں نہایت موزوں
ہے۔ اس عبارت آرائی پر آفرین صد آفرین عاجز
کا لفظ تو بیچارے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حالت
پر موزوں ہے۔ نہ جناب مرزا صاحب کی شان میں
ان کی شان کے لائق تو قادر کا لفظ شایاں ہے
کیونکہ جب خدا نے یہہ ارادہ کیا۔ کہ عمل الترب
مسمریزم۔ شعبدہ۔ سحر۔ اُن کو بھی سکھلائے۔ انہوں
نے صاف اور قطعی طور سے نہیں بلکہ بڑے اقتدار
سے انکار کیا کہ میں ہرگز ہرگز۔ اس مکروہ اور قابل
نفرت کام کی طرف کبھی توجہ نہیں کرونگا وہ
حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی نرم دل تھے اور
اُن میں مسکینی کی حالت تھی کیونکہ وہ حلم۔ حیا۔
بردباری۔ غمگساری۔ وفا۔ اخوت۔ عاجزی۔

سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح جو جو کام اپنی قوم کو دکھاتا تھا وہ دعا کے ذریعہ سے ہرگز نہیں تھے اور قرآن شریف میں بھی کسی جگہ یہہ ذکر نہیں کہ مسیح بیماروں کے چنگا کرنے یا پرندوں کے بنانے کے وقت دعا کرتا تھا بلکہ وہ اپنی روح کے ذریعہ سے جس کو روح القدس کے فیضان سے برکت بخشی گئی تھی ایسے ایسے کام اقتداری طور پر دکھاتا تھا چنانچہ جس نے کبھی اپنی عمر میں غور سے انجیل پڑھی ہوگی وہ ہمارے اس بیان کی بہ یقین تمام تصدیق کریگا اور قرآن شریف کی آیات بھی باواز بلند یہی پکار رہی ہیں کہ مسیح کے ایسے عجائب کاموں میں اُس کو طاقت بخشی گئی تھی اور خدا تعالیٰ نے صاف فرما دیا ہے کہ وہ ایک فطرتی طاقت تھی جو ہر ایک فرد بشر کی فطرت میں مودع ہے مسیح سے اُس کی کچھ خصوصیت نہیں چنانچہ اس بات کا تجربہ اسی زمانہ میں ہو رہا ہے۔ مسیح کے معجزات تو اُس تالاب کی وجہ سے بیرونق اور بے قدر تھے جو مسیح کی ولادت سے بھی پہلے مظہر عجائبات تھا جس میں ہر قسم کے بیمار اور تمام مجذوم مفلوج مبروص وغیرہ ایک ہی غوطہ مار کر اچھے ہو جاتے تھے لیکن بعد کے زمانوں میں

کا سب کو سبق دیتے تھے۔ اُن میں جلالی خاصیت نہیں تھی۔ یہاں ای خدا۔ تم خوب جانتے ہو کہ ہماری رگ رگ میں آتش پرستی۔ آتش فشانی۔ حسد۔ کینہ۔ کبر۔ جاہ۔ خودستائی۔ خودآرائی کے سوائے۔ ایک لقب قادر ہونے کا بھی موجود ہے۔ اور ہم پہلے اس سے تجربہ بھی حاصل کر چکے ہیں کہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہرگز وہ ایک طرح سے بری بھی ہیں ہو چکا ہے۔ ہم ہرگز ہرگز ایسے لغو کام پسند نہیں کرتے یہہ اپنے پاس ہی رہنے دو کسی اور موقعہ پر استعمال کرنا۔ اب اس سے تو صاف ثابت ہے بلکہ اظہر من الشمس ہے۔ کہ جناب مرزا صاحب کی ذات ہزارہا درجہ عیسیٰ علیہ السلام سے سب طرح کے اقتدار میں بڑھی ہوئی ہے پھر نہایت تعجب بلکہ حیرت ہے کہ مرزا صاحب کے حواری مرزا صاحب کو مثیل المسیح ایسے حقارت کے لقب سے کیوں ملقب کرتے ہیں +

عبارت مرزا صاحب

(معجزات کے دو شق۔ ایک وہ جو محض سماوی امور۔ دوسرے عقلی معجزات تو ہمارے نبی فخر الانبیاء

جو لوگوں نے اس قسم کے خوارق دکھلائے اُس وقت تو کوئی تالاب بھی موجود نہیں تھا +

غرض یہہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اور اُن میں پھونک مار کر اُنہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا نہیں بلکہ صرف عمل الترب تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا یہہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لئے اُس تالاب کی مٹّی لاتا تھا جس میں روح القدس کی تاثیر رکھی گئی تھی بہر حال یہہ معجزہ صرف ایک کھیل کی قسم میں سے تھا اور وہ مٹّی درحقیقت ایک مٹّی ہی رہتی تھی جیسے سامری کا گوسالہ۔ فتدبر۔ فانہٗ نکتہ جلیلۃ ما یلقّٰھا الا ذو حظٍ عظیم ٥

ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک معجزہ شق القمر تو سماوی باقی سب عقلی۔ جس میں جسم اور روح حیوانی کی وساطت ضروری ہے") میں کہتا ہوں کہ روح انسانی کو بھی اُس میں کچھ دخل نہیں کیونکہ حیوان بھی ایسے عقلی معجزے جیسے عمل الترب مسمرزم شعبدہ۔ سحر کو بھی کچھ دخل نہیں کر سکتے ہیں۔ دیکھو کُتّا شکار کی پے کس طرح سے نکالتا ہے جس میں عقل انسانی دنگ اور مجبور ہے۔ اور کسی طرح سے اُس کے عقلی معجزے کی ہمسری نہیں کر سکتی جنگل میں ایک خرگوش لیجاؤ۔ اور کُتّے کی آنکھیں بند کر دو اور اُس خرگوش کو چھوڑ دو کہ وہ جس طرف چاہے چلا جائے۔ ایک گھنٹہ یا دو گھنٹے کے بعد جس جگہ سے خرگوش کو چھوڑا ہے کُتّے کو لیجا کر چھوڑ دو۔ کُتّا اپنی عقلی معجزے کے ذریعہ سے جس طرف اطراف اربعہ میں سے خرگوش گیا ہے۔ اُسی سمت کو روانہ ہوگا۔ اور جس جگہ خرگوش پہنچا ہے وہاں پہنچیگا انسان اگر خود یہہ عقلی معجزہ کر سکے تو کیوں شکاری اس کُتّے کے محتاج ہوں۔ گھوڑا۔ اپنی عقل حیوانی کے ذریعہ سے ایسا مُردہ بن جاتا ہے کہ اُس کو خواہ کتنا ہی حرکت دیں۔ اُس کو کمل

ہیں گٹھڑی بناکر کسی چھکڑی میں لاد دیں اور کسی فاصلہ پر لیجاکر گڑھا کھود کر دبا بھی دیں تب تک بھی حرکت نہیں کرتا۔ اور بظاہر دیکھنے والے یہی کہینگے کہ فی الحقیقت یہہ مرگیا +

بقول مرزا صاحب تو تائید کلام سر سید احمد صاحب بہادر بخوبی ہوتی ہے۔ جو احادیث نبوی ہیں اُس میں سوائے عقلی دلائل اور کچھہ باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ عقلی دلایل میں سب برابر ہیں۔ کیا انسان کیا حیوان عقل جو۔ جسم اور روح حیوانی سے پیدا ہوتی ہو وہ سب میں ہے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ مرزا صاحب انہیں عقلی دلائل کو معجزہ مان بیٹھے۔ بھلا اگر مرزا صاحب اپنی عقل۔ اور اپنی روح حیوانی جسم اور روح خاص سے سب کو ملاکر۔ ایک خرق عادت دکھلا دیں۔ اور وہ یہہ ہو۔ کہ پانچ روٹی۔ اور پانچ مچھلیوں سے۔ پانچسو ہی۔ آدمی کی دعوت کریں۔ اور اس کا اعلان کریں۔ اور اپنی تمام دعاؤں کا زور بھی لگالیں۔ جب الہام بھی ہو جائے۔ تب پانچسو آدمی موضع قادیاں میں اہل اسلام سے بسرو چشم حاضر ہونگے۔ اگر مرزا صاحب کو کچھہ شک ہو ضمانت لے لیں۔ اور اگر چاہیں تو عدالت میں رجسٹری بھی کرالیں۔ اور اوّل اس سے کہ رجسٹری کرائی جائے۔ پانچسو اہل اسلام کی فرد جس پر سب کے دستخط ہونگے۔ مرزا صاحب کی خدمت میں پیش کیجائیگی۔ اور سب اس بات کے اقرار کرنے والے ہونگے۔ کہ اگر مرزا صاحب نے پانچ روٹیوں اور پانچ مچھلیوں سے ہمارا پیٹ بھر دیا۔ اور سب سیر ہو گئے تو اُسی مجمع عام میں بصدق دل یہہ اقرار کرینگے کہ مرزا صاحب کی ذات مظہر العجائب ہے اور بیشک مرزا صاحب جیسا کہ حضرت عیسی علیہ السلام سے اپنے آپ کو ترجیح دیتے ہیں۔ ترجیح کے لائق ہیں۔ اور ہم سب اہل اسلام مرزا صاحب کے گروہ میں داخل ہو جائینگے اور مرشد کامل۔ اور قرآن کریم کے متشابہات کے صحیح معنے بتلانیوالے مان لینگے +

اگر اس خرق عادت سے مجبور ہیں۔ تو الہام تو کیا دعا کے مستجاب ہونے میں بھی کلام ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب دعا کا اثر بڑے زور سے ثابت کرتے ہیں۔ تمام ارضی اور سماوی قوای جن میں فرشتے بھی شامل ہیں دعا کرنے والے کے مطیع فرمان ہوتے جانتے ہیں۔ ارضی تو کیا بلکہ سماوی۔ قوای پر یہانتک دست قدرت بڑھہ جاتا ہے۔ کہ بارش جس کا برسنا کسی دوسرے

وقت تک بعد تکمیل سامان معین ہوتا ہے۔ قبل از وقت دعا کی تاثیر سے بہت جلد سب سامان تکمیل
پذیر ہو جاتے ہیں۔ اور بارش شروع ہو جاتی ہے۔ جب اس بات کے تسلیم میں کچھ حجت نہیں ہے کہ
بیشک ایسا ہوتا ہے اور یہہ ایک کامل توجہ سے اُسی عکسی روح کے ذریعہ سے ہوتی ہے اور تمام اجرام
فلکی اور فرشتے بحکم اللہ تعالیٰ اُس کے ارادہ کے پورے کرنے کے لئے ہمہ تن مصروف ہو جاتے ہیں
اور یہہ ارادہ بھی بغیر اذن کے نہیں ہوتا جسکو پیغمبری۔ ولایت۔ استدراج۔ مسمریزم۔ شعبدہ۔ سحر
سے کچھ تعلق نہیں۔ صرف دعا کا اثر ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ مرزا صاحب پانچ روٹیوں اور پانچ
مچھلیوں سے۔ جو دنیاوی چیزیں۔ سماوی نہیں۔ ہماری حجت کو پورا نہ کر سکیں۔ قیاس تو کہتا
ہے کہ جب اسقدر بڑے بڑے دعوے کہ جسقدر پیغمبر گزر چکے ہیں آپ کے قلم اور زبان سے نہ بچ
سکے اور سب کے عیب کشفی طور پر مرزا صاحب پر منکشف ہو گئے۔ حتّٰی کہ جنگ احد میں جب مسلمانوں
کی حالت نہایت ضعف۔ ہراس اور خوف اور مغلوبیت کی حالت میں تھی۔ اُس وقت جو حالت
حضرت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی تشویش وغیرہ کی مرزا صاحب کی قلم اور قلب سے نکلی
ہے۔ خود منصف مزاج مرزا صاحب کی تالیفات خوب غور سے پڑھکر نتیجہ نکالیں یہاں حاجت تحریر
اس لئے نہیں ہے کہ شاید یہہ اتہام مابعد لگایا جائے کہ ہماری عبارت میں تحریف ہوئی۔ تو پس
جس شخص کا ظرف ایسا کم ظرف ہو۔ اور مادہ کی رسائی صرف تالیفات تک ہی محدود ہو۔ تصنیفات
کا مادہ ابھی پیدا ہی نہ ہوا ہو اور تالیفات بھی وہ کہ تہذیب سے معرا۔ خودستائی۔ خودفروشی
مرزا صاحب کا کمال تو انہیں چند سطور کے پڑھنے سے۔ جس کے جواب میں یہہ ناقص الرائے اپنی
رائے ظاہر کر رہا ہے ثابت ہو رہا ہے۔ کہ صرف عقلی دلایل وہ بھی نقلی۔ سے ایک ایسے رکیک اور
ناموزوں تاویلات کر رہے ہیں کہ جن کا کچھ بھی وزن نہیں۔ اگر مرزا صاحب کے ہر ایک فقرہ پر۔ رائے ظاہر
کیجائے تو صدہا ورق بھی کافی نہیں ہونگے مگر ارباب بصیرت کے ملاحظہ کے لئے اسی قدر کافی ہے
مرزا صاحب نے اپنی تاویلات میں کسی ایک شخص کا نام بھی نہ بتایا کہ بالمقابل حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کی لکڑی کے کھلونے یا مٹی کی مورت میں پھونک مار کر۔ چلایا۔ مرزا صاحب کی یہہ تاویل کیا ہی قابل

وقعت ہے۔ جہاں لکھتے ہیں کہ کچھ تعجب کی جگہ نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دیدی ہو۔ کہ ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے۔ یا پھونک مارنے کے طور پر ایسا پرواز کرتا ہو۔ جیسا اصلی پرندہ پرواز کرتا ہے۔

اب جائے غور ہے کہ جب مرزا صاحب اسی فقرہ میں یہہ فرما رہے ہیں کہ ۲۲ سال تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے باپ یوسف کے ساتھ نجاری کا کام کرتے رہے ہیں۔ تو کلوں کی ایجاد تو اُن کو آہی گئی تھی (پھر خدا نے جو ایسے طریق پر اطلاع دیدی ہو) کلمہ شکیہ کی کیا ضرورت۔ ہاں بیشک ضرور ضرورت تھی جیسے سہو ہوا۔ کمہار کے کام میں مہارت نہیں تھی۔ اس بائیس برس کو مرزا صاحب نے کس دن سے شمار کیا ہے۔ اس کی صراحت نہیں فرمائی۔ نہ اُس کارخانہ کا نام بتلایا اور نہ اُس شہر کا نام جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باپ یوسف کا۔ کارخانہ تھا۔ نہ اُن انجنیروں کے نام بتلائے جن کی تعلیم سے کلوں کی ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نام پایا۔ اور شہرہ آفاق ہوئے۔ اور نہ کلوں کا ذکر کیا۔ جن کو پیٹنٹ کرایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ۳۳ برس تحریر فرمائی ہے۔ اُس میں سے دس برس تعلیم دیتے رہے اور منادی کرتے رہے۔ یا اُن ایام میں بھی اُس کارخانہ میں پروفیسر رہے۔ کیونکہ ۲۲ برس تک حرفہ نجاری کرنے سے وہ زمانہ طفولیت جس میں بچہ ہنر سیکھنے کے قابل نہیں ہوتا۔ اگر منہا کر دئے جائیں تو پھر ۲۲ برس کونسا زمانہ سمجھا جائے۔ یا یوں سمجھہ لیں کہ جس دن سے پیدا ہوئے اُسی روز سے کام کرنے لگ گئے اوّل کام جو دنیا میں آنکر کیا تو یہہ کیا۔ کہ آپنے نبی برحق ہونیکی خود اول گواہی دی سورہ مریم پڑھکر دیکھہ لو اور تاریخ سے یوں ثابت ہوتا ہے۔ متی باب اول آیت ۱۹۔ لغایت ۲۳۔ تب اُس کے شوہر نے جو راستباز تھا اور نہ چاہا کہ اُسے تشہیر کرے۔ ارادہ کیا کہ چپکے سے اُسے چھوڑ دے۔ وہ ان باتوں کی سوچ ہی میں تھا۔ کہ خدا کے ایک فرشتہ نے اُس پر خواب میں ظاہر ہو کر کہا۔ اے یوسف ابن داؤد اپنی جورو مریم کو اپنے یہاں لانے سے مت ڈر۔ کیونکہ جو اُس کے رحم میں ہے سو روح القدس سے ہے (نہ خدا کا بیٹا) وہ بیٹا جنیگی تو اُس کا نام یسوع رکھیگا۔ کیونکہ خداوند نے جو اپنے ایک نبی کی معرفت کہا تھا

پُورا ہو۔ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی۔ اور بیٹا جنیگی۔ اور اُس کا نام عمانیویل رکھینگے۔ یہہ پیشین گوئی اُس نبی کی کوئی عقلی دلیل تھی۔ یا اُس نے عقلی طور پر معلوم کر لیا تھا یا اُسے عقلی طور سے اطلاع دیدی ہو جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عقلی طور پر مٹّی کی مورتوں میں پھونک مار کر۔ اُن کو (جیسا کہ اصلی پرندہ پرواز کرتا ہے) اُڑا دینے کی اطلاع دی ہو۔ یا خُدا نے اُس نبی کو۔ روح القدس کے ذریعہ سے اس پیشین گوئی کے بتلانے کا حکم دیا تھا۔ مرزا صاحب نے بھی اپنے ایک بچّہ کا جو دراصل ایک آسمانی نشان تھا جس کا ذکر پیچھے آچکا ہے عمانوئیل نام رکھا تھا۔ اُس کی نسبت جو جو اشتہار الہامی مرزا صاحب نے بڑی شان شوکت سے اور بڑے دعوی سے مشتہر کرائے اب بھی بہت موجود ہیں اُن کے پڑھنے سے صداقت الہام بخوبی ہوسکتی ہے خُدا قادر مطلق ایک خدا۔ لاشریک سب اُسی کی ملک اور وہ خود ہی حاکم۔ خود ہی خالق۔ اُسی کا تصرف اپنی ملک میں جو چاہے سو کرے۔ جب غیر کی ملک نہیں نہ دوسرا خُدا کہ جس کی ملک میں خُدا نے دست اندازی کی پھر یہہ کس طرح سے کہہ سکتے ہیں کہ اُس نے یہہ کیوں کیا + گل راچہ مجال است کہ پرسد ز کلال + کز بہر چہ سازی و چرا می شکنی۔ عادت اللہ ایسے ہی پائی جاتی ہے۔ کہ جو علم دنیا میں آئے وہ سب روح القدس کے ذریعہ سے آئے۔ اور انسان کو جس طرح سے چاہا پیدا کیا۔ خواہ ہر ایک کا پہلو چیر چیر کر۔ خواہ بانجھوں اور بڈھوں کو اولاد دیدیکر۔ خواہ جان کی نسل میں سے عورتوں کو قائم رکھہ کر۔ خواہ اپنے بیٹے کہہ کہہ کر۔ پھر لاکھوں کو اسی دنیا میں (ایک قوم کو دوسری قوم کے ہاتھہ سے) ہلاک کرنا۔ اور جس روش پر اس دنیا کو پیدا کیا۔ آنے والی نسلوں کے۔ زمانہ میں تغیر تبدل کرنا۔ ہر ایک زمانہ میں۔ کفر۔ شرک کو۔ بالمقابل اسلام حجت کے طور پر قائم رکھنا۔ اپنی وحدانیت کو ظاہر اور قائم کرنا۔ زانیہ۔ بدکاروں کو۔ نیک بنانا۔ شمسون کو اپنا نذیر۔ حضرت سلیمان کو اپنا بیٹا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح القدس۔ حضرت آخر الزمان کا خود ثنا خوان۔ یہہ سب اُس کے ازلی ابدی ارادہ ہیں۔ اِنسان (کیوں) کہکر الحاد اور کفر میں گرتا ہے۔ جس کے لئے سخت ممانعت ہے۔ یہہ اُس کی اپنی حکمت ہے۔ مرزا صاحب نے تاویلات کا بیڑا خود نہیں اُٹھایا ہے شیطان کو انسان پر خود مسلّط کیا ہے۔ کیونکہ شیطان کا انسان

میں ہونا ایسا پایا جاتا ہے جیسا رگوں میں خون۔ خون تو نظر آتا ہے مگر جو مادہ خون میں ہے وہ نظر نہیں آتا اسی طرح سے شیطان بھی نظر نہیں آتا *

پھر اگر کسی زانیہ عورت کو راہ راست پر لے آیا۔ تو مقام بحث کیا۔ کیونکہ وہ خود حکم دیتا ہے کہ راہ راست پر لانا خود میرا کام ہے خدا کے مرسلوں پر جن کے ذریعہ سے ہمیں حکمت علم۔ ایمان۔ اسلام جنت عطا ہو۔ اُن کو ہم عیب لگائیں اور عیب بھی وہ عیب کہ جو ادنیٰ ادنیٰ حیثیت والے پر اگر لگائے جائیں۔ تو وہ بھی ازالہ حیثیت عرفی کے دعوی کے لئے کھڑا ہو جائے۔ عیبوں کی تاویلات بھی ساتھ کے ساتھ ہی شائع کرنی اور کہنا کہ ہم اس عیسیٰ علیہ السلام کو جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ بُرا نہیں کہتے۔ ہم تو اُس عیسیٰ کو جس کو عیسائی خُدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ بُرا کہتے ہیں۔ کیا خوب انصاف ہے جس عیسیٰ علیہ السلام کی مٹی کی مورتوں پر تاویلات کے رنگ چڑھ رہے ہیں۔ یوسف نجار کا بیٹا۔ ساحر۔ شعبدہ باز۔ ناکامیاب اور صدہا لقب سے ملقب کیا جاتا ہے۔ اُسی عیسیٰ علیہ السلام کو تو پولوسی روح اللہ۔ روح القدس کہہ رہے ہیں۔ یا اپنے لئے کفارہ جو فرقہ موحدین ان میں اول سے چلا آتا ہے۔ اُن کے ایمان پر تو ذرا آنکھوں کے آگے سے پردہ ظلمت اُٹھا کے دیکھو کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ فرقہ پولوسی تو اول نہیں تھا۔ جیسا کہ ہمارے مذہب اسلام میں معتزلہ۔ شیعہ۔ جبریہ۔ قدریہ۔ خارجی۔ ناصبی۔ کل ۷۳ فرقہ ہیں۔ ازانجملہ مرزا صاحب سے ایک عرض ہے۔ کہ اگر شیعہ حضرات ثلاثہ کی توہین کریں۔ تو کیا آپ بھی اُس کے جواب میں حضرت علی کرم اللہ وجہ کی شان میں بے ادبانہ کلمہ استعمال کرینگے اگر نہیں کرتے تو آپ کا اصول سب جاتا رہا۔ کیونکہ صرف شیعہ فرقہ۔ یعنے پولوسی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ثنا خوان زیادہ ہیں اور نہ اتنے کہ جتنا شیعہ مذہب حضرت علی علیہ السلام کی افضلیت مانتے ہیں بعضوں کا قول ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پیغمبری حضرت علی علیہ السلام کو دینی تھی۔ بھولے سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدی۔ "بعضوں کا" لفظ یعنے اس پیرایہ میں استعمال کیا ہے۔ جیسا کہ جناب مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ "بعضے موحد۔ جن موحدوں کی بدولت شیخ نجدی بردار ہوا ہے۔ یہ ناقص الرائے اُن کے خیالات اور مذہب کا موازنہ بھی مرزا صاحب کے الہامات سے

کردیگا۔ اس موقعہ پر وہ تذکرہ جو خاص زبانی جناب سید ناصر نواب صاحب دہلوی نقشہ نویس جو دفتر لودیانہ ڈویزن میں اپنے دفتر میں جس میں یہہ ناقص الرائے ہے مامور تھے اور اُس زمانہ میں جناب مرزا صاحب میرے مکان کے قریب ہی آنکر فروکش ہوئے تھے (یہہ نقشہ نویس صاحب مرزا صاحب کے خسر بھی ہیں) یہہ بیان فرمایا۔ کہ آج رات کو مرزا صاحب نے یہہ فرمایا۔ کہ میرا پایہ اور مرتبہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے زیادہ ہے۔ اس امر کا ثبوت بھی پایہ صداقت کو پہنچ گیا۔ اِس لاف کا نتیجہ اب سالہا سال بعد خود ہی مرزا صاحب کی قلم اور دل سے نکلا اور آپ کی استقامت کا اندازہ معلوم ہوگیا۔ وہاں تو وہ استقامت تھی کہ شہادت کے شائق اور یہاں یہہ لغزش۔ کہ ایک دھمکی سے حواس باختہ۔ چھکے چھوٹ گئے ایمان اور صدق کافور ہوگیا۔ ایک کنسٹبل کی درخواست نہ الہام نہ ملہم نہ الہام والے پر بھروسا۔ وہ درخواست بھی بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھی گئی۔ یہہ دھمکی منجانب اللہ ایک امتحان تھا۔ اس امتحان میں کیا ثابت قدم رہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام سے رتبہ بڑھ گیا۔ کبر ٹوٹ گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول صادق ہوا۔ کہ اگر تیرے میں رائی کے دانہ کی سفیدی برابر بھی ایمان ہو۔ تو اگر پہاڑ کو کہو کہ یہاں سے ٹل جا۔ تو ٹل جاویگا +

دور نہ جاؤ۔ گھر کی گھر میں رہنے دو۔ اور ذرا خوب انصاف سے کام لو۔ اگر کوئی شخص یہہ کہے۔ کہ میاں کونسا مرزا۔ وہی مرزا۔ جسکا بھائی صلبی۔ شکمی۔ حج کا بہانہ کر کے نکلا۔ راستے میں گرد لال بیگ کا الفا ہوا اور لال بیگ کی روح اُس میں حلول کر گئی۔ واپس آگیا۔ اور تمام پنجاب کے خاکروبوں کا گناہ۔ اپنے جاروب فریب سے جھاڑنے لگا۔ لفظ بیگ تو جدی موجود تھا۔ اُس نے زیادہ تقویت دی۔ لال بیگی جھنڈا۔ (دارالامان) موضع قادیاں میں گاڑا گیا۔ میاں ان کا تو نطفہ ہی ایسا ہی عیاں راچہ بیان۔ تو کیا مرزا صاحب ادہ موئے سانپ کی طرح اندر ہی اندر بس نہ گھولینگے۔ کیونکہ اُگل تو سکتے ہی نہیں۔ عیب نہ لگاؤ کہ تم پر عیب نہ لگایا جائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو اُنیس سو برس پہلے روح القدس کے ذریعہ سے یہہ پیشین گوئی کی ہے جسکا ظہور اب ہوا +

مرقس باب ۱۳ آیت ۵ یسوع نے جواب میں اُنہیں کہنا شروع کیا۔ ہوشیار رہو کہ تمہیں کوئی

گمراہ نہ کرے۔ کیونکہ بہتیرے میرا نام لیکے آئینگے اور کہینگے کہ میں وہی ہوں۔ اور بہتوں کو گمراہ کرینگے اور جب تم لڑائیاں اور لڑائیوں کی افواہیں سنو مت گھبراؤ کیونکہ اُن چیزوں کا واقعہ ہونا ضرور ہے لیکن آخر۔ ابھی نہیں ہوگا۔ کیونکہ قوم قوم پر اور بادشاہت بادشاہت پر چڑھینگی۔ اور کتنی جگہوں میں زلزلے۔ ہونگے۔ اور کال پڑینگے۔ اور فساد اُٹھینگے۔ بھائی بھائی کو اور باپ بیٹے کو قتل کے کیواسطے پکڑوائیگا۔ اور لڑکے باپ کا سامنا کرکے اُنہیں مروا ڈالینگے۔ یہہ مصیبتوں کا شروع ہے۔ اب مرزا صاحب غور اور انصاف سے کام لیں کہ اسکا مصداق کون ہے۔ ایسے اولوالعزم نبی کی معرفت خود خدا نے روح القدس کے ذریعہ سے وحی بھیجکر یہہ ارادہ ظاہر کیا۔ یہہ کلام کوئی الہامی کلام نہیں ہے۔ بلکہ خود خُدا کا کلام ہے۔ اُس کو کون ٹال سکتا ہے۔ یہہ تو قضا اور قدر کا مسئلہ ہے۔ جس قضا و قدر سے مرزا صاحب بالکل انکاری ہیں فعل انسانی عقلی دلیل بتلاتے ہیں مرزا جی کا تو ایمان۔ خدا اور رسول۔ و قرآن کریم پر ہرگز نہیں ہے بلکہ جبری ہے۔ اور یقیناً جبری ہے۔ اگر جبری نہ ہوتا۔ تو مرزا صاحب نے بڑے زور سے یہہ کس طرح کہدیا۔ (اور حضرت مسیح نے بھی اس عمل جسمانی کو یہودیوں کی جسمانی اور پست خیالات کی وجہ سے جو اُن کی فطرت میں مرکوز تھے (دیکھئے یہودیوں میں) باذن وحکم الٰہی اختیار کیا تھا۔ ورنہ دراصل مسیح کو بھی یہہ عمل پسند نہ تھا) اپنے بس اختیار کیا ڈنڈے کے زور سے یہی تو اصل ایمان جبریہ ہے۔ اگر اسکے سوائے اور کچھ ہے تو کوئی صاحب لائے۔ رائے دیں اور قدریہ اس طرح۔ کہ میں یعنے مرزا صاحب اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت سمجھتا ہوں۔ بھلا ہم سے تو ڈنڈا لگا کر منوائیں۔ اس کلام سے تو بلکہ یہہ پایا جاتا ہے۔ کہ قدریہ تو کیا حقیقت ہے۔ ہم جو ہیں سو ہیں۔ ایسے ایمان والوں کی بھی تشریح موجود ہے۔ حدیث نبوی۔ صِنفانِ من اُمتی لیس لھما فی الاسلام نصیبُ المرجیۃ والقدریۃ۔ حدیث کا ترجمہ۔ ترمذی نے ذکر کیا۔ کہ عبداللہ بن عباس نے نقل کیا۔ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دو قسم کے لوگ ہیں میری اُمت میں کہ اُن کو اسلام میں کچھ نصیب نہیں۔ مرجیہ و قدریہ۔ مجوس آتش پرست سے ایسے آدمی کی تشبیہ دی ہے۔

حدیث۔ القدریۃ مجوس ھذہ الامۃ ان مرضوا فلا تعودوھم۔ وان ماتوا فلا

تشہد وا ھم - اتنا ہی کافی ہے اور اگر کسی کو زیادہ ذوق وشوق تشبیہات کے دیکھنے کا ہو - تو حدیث کی کتابیں موجود ہیں +

اوّل تو بیان کر آئے - کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام علم الترب صرف ڈنڈے کے زور سے کرتے تھے - انکا کچھ قصور نہ تھا اور پھر یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ملزم ٹھہرایا جاتا ہے - عبارت مرزا صاحب (واضح ہو کہ اس عمل جسمانی کا ایک بڑا خاصہ یہہ ہے - کہ جو شخص اپنے تئیں اس مشغولی میں ڈالے اور جسمانی مرضوں کے رفع دفع کرنیکے لئے اپنی دلی اور دماغی طاقتوں کو خرچ کرتا رہے - وہ اپنی اُن روحانی تاثیروں میں جو روح پر اثر ڈال کر روحانی بیماریوں کو دور کرتی ہیں بہت ضعیف اور نکما ہو جاتا ہے - اور امر تنویر باطن اور تزکیہ نفوس کا جو اصل مقصد ہے اسکے ہاتھ سے بہت کم انجام پذیر ہوتا ہے - یہی وجہ ہے کہ گو حضرت مسیح جسمانی بیماریوں کو اس عمل کے ذریعہ سے اچھا کرتے رہے - مگر ہدایت اور توحید اور دینی استقامتوں کے کامل طور پر دلوں میں قائم کرنے کے بارے میں اُن کی کارروائیوں کا نمبر ایسا کم درجہ کا رہا - کہ قریب قریب - ناکام رہے) - اس ناکام رہنے کی شکایت بھی خُدا سے کی) خداوند کریم تو اپنی پاک کتاب میں یوں فرماتا ہے - اذ قال اللّٰہ یٰعیسیٰ ابن مریم اذکر نعمتی علیک وعلی والدتک اذ ایدتک بروح القدس تکلم النّاس فی المھد وکھلا واذ علمتک الکتٰب والحکمۃ والتوراتہ والانجیل واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فیکوُن طیراً باذنی وتبرئ الاکمہ والابرص باذنی واذ تخرج الموتی باذنی واذ کففتُ بنی اسرائیل - خداوند قادر مطلق تو یوں فرماتا ہے اور بار بار یہی جتلاتا ہے - باذنی - باذنی - باذنی - باذنی - اور مرزا صاحب کا یہہ قول - کہ حضرت مسیح اس جسمانی عمل کے ذریعے یعنے مسمریزم - سحر وشعبدہ کے ذریعے - اچھا کرتے رہے +

خلافِ رائے سلطاں رائے جستن + بخون خویش باید دست شستن + واذکُر فی الکتٰب ادریس ۰ اِنّہٗ کان صدیقاً نبیاً ج ورفعنہ مکاناً علیاً ۰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت تو اسقدر جزع وفزع ہے حضرت ادریس علیہ السلام کا رفع کس قسم کا رفع ہے - اگر اسکو بھی بابا نانک کا رفع سمجھ لیا جائے تو کیا کچھ ہرج ہے ۲ اذ قضی امراً فانّما یقُول لہٗ کُن فیکُون - خدا تو فرماتا ہے

کہ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے میرا امر ہی کافی ہے۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مٹّی کے کھلونوں میں کلیں لگائی جاتی تھیں جیسا کہ آجکل کلکتہ و بمبئی سے کھلونے آتے ہیں یہہ ہی پرند حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اختراع ہیں۔ اور ہر سال نئے نئے نکلتے آتے ہیں۔ چونکہ یہہ ایجادیں نئی نئی ہر سال نکلتی آتی ہیں اسی بنا پر مرزا صاحب نے یہہ بھی قرار دیا ہے کہ اگر قرآن شریف کے ہر سال نہ سہی صدی میں ایک ہی بار معنے پلٹ دئے جائیں تو ہو سکتا ہے۔ اور ہرج کیا ہے۔ کیونکہ جناب سر سید احمد صاحب بالقابہ نے تو تمام کلام آلہی کے معنے اسی صدی میں تاویلات کے طور پر نیچر اور فلسفہ حال سے مطابق کرنے کے لئے پلٹ لئے ہیں۔ پھر اگر ہم اس آیت کے معنے اس طور پر کرلیں تو کیا ممانعت ہے۔ کہ مٹّی کی چڑیوں سے وہ امی اور نادان لوگ مراد ہیں جن کو حضرت عیسیٰ نے اپنا رفیق بنایا۔ گویا اپنی صحبت میں لیکر پرندوں کی صورت کا خاکہ کھینچا۔ پھر ہدایت کی روح اُن میں پھونک دی۔ جس سے وہ پرواز کرنے لگے۔ تعز من تشاءُ و تذل من تشاء بیدک الخیر انک علیٰ کل شئ قدیر +

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردۂ + باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش۔ اب ذرا منصف مزاج غور فرما دیں اور بہت فراخ حوصلگی سے فیصلہ دیں کہ مرزا صاحب کی تالیفات اور تاویلات میں کہاں تک لغزشیں ہیں۔ بلکہ توہمات۔ گہے بر طارم اعلیٰ نشینم + گہے بر پشت پائے خود نہ بینم + جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہہ تحریر ہو۔ کہ جو شخص اپنے تئیں اس مشغولی میں ڈالے اور جسمانی مرضوں کے رفع دفع کرنے کے لئے۔ اپنی دلی اور دماغی طاقتوں کو خرچ کرتا رہے۔ وہ اپنے اُن روحانی تاثیروں میں جو روح پر اثر ڈال کر روحانی بیماریوں کو دور کرتی ہیں بہت ضعیف اور نکمّا ہو جاتا ہے۔ یہاں تو بالکل نکمّا ہو گیا۔ اور جو ترجمہ آیت کا کیا گیا۔ اس میں وہ اقتدار ذاتی بڑھ گیا کہ ہدایت کی روح اُن میں جو بالکل امی تھے ایسی پھونکی۔ جس سے وہ پرواز کرنے لگی یعنے روح القدس کے ذریعہ اُن کو وہ رتبہ حاصل ہو گیا کہ کسی اور کو یعنے خود مرزا صاحب کو نصیب نہ ہوا اور نہ ہوگا۔ از انجملہ ایک قصّہ بتائید کلام و ترجمہ مرزا صاحب بیان کرتا ہوں۔ الاعمال بالنیات۔ اعمال کی پرواز بھی وہ پرواز کہ اعلیٰ علّیین تک پہنچ گئے۔ جب ہدایت کی روح اُن میں جو بالکل

امی نھے پھونکی گئی۔ تب وے سب روح قدس سے بھر گئے۔ اور غیر زبانیں جیسے روح نے اُنھیں بولنے کی قدرت بخشی بولنے لگے۔ اور خدا ترس یہودی ہر ایک قوم میں سے جو آسمان کے تلے ہے یروسلم میں آرہے تھے۔ سو جب یہہ آواز آئی تو بھیڑ لگ گئی اور سب دنگ ہوئے۔ کیونکہ ہر ایک نے انھیں اپنی اپنی بولی بولتے سُنا اور سب حیران ہوکے اور تعجب کرکے آپس میں کہنے لگے۔ دیکھو کیا یہہ سب جو بولتے ہیں جلیلی نہیں۔ پس کیونکر ہر ایک ہم میں سے اپنے اپنے وطن کی بولی سنتا ہے۔ ہم پارتھی۔ میدی۔ عیلامی۔ میسوپوتامیہ۔ یہودیہ۔ قپہ دوقیہ۔ پنطس۔ آسیہ۔ فرگیہ۔ پمفولیہ۔ مصر۔ لبیہ۔ رومی۔ کریتی۔ عرب وغیرہ۔ ہوکے ہم اپنی اپنی زبانوں میں اُنھیں خُدا کی بڑی باتیں بولتے سُنتے ہیں۔ اور سب حیران ہوئے۔ اور گبھرا کے ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ کہ یہہ کیا ہوا چاہتا ہے۔ تب ایک نے اُن میں سے جس میں ہدایت کی روح بقول مرزا صاحب پھونکی گئی تھی۔ یعنے پطرس کھڑا ہوا اور وہ تعلیم دی کہ سب دنگ رہ گئے۔ جب یہہ بیان کیا۔ کہ داؤد علیہ السلام نے یہہ فرمایا ہے۔ زبور۔ اسی سبب سے میرا دل خوش ہے اور میری زبان نہال ہے بلکہ میرا بدن بھی امید میں چین کریگا۔ اس لئے کہ تو میری جان کو عالم غیب میں نہ چھوڑیگا۔ نہ اپنے قدوس کو سڑنے دیگا۔ تو نے مجھے زندگی کی راہیں بتائیں تو نے مجھے اپنے دیدار کے باعث خوشی سے بھر دیا۔ جب اُنھوں نے یہہ سُنا اُن کے دل چھد گئے۔ اور جان گئے۔ کہ جس نبی کی معرفت یہہ پیشین گوئی تھی کہ اپنے قدوس کو سڑنے نہ دوگا۔ بیشک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم سڑا نہیں۔ تب کہا کہ بھائیو ہم کیا کریں۔ پطرس نے اُن سے کہا توبہ کرو۔ اور گُناہوں کی معافی کے لئے یسوع مسیح کے نام سے بپتسمہ لو۔ یہاں ایک نہایت باریک بھید ہے۔ وہ یہہ ہے کہ توبہ کا دروازہ ہر وقت کُھلا رہتا ہے اسلام میں بھی توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے۔ اگر وساوس شیطانی اور نفس امارہ نے کسی کو جادہ مستقیم سے کسی لغزش کے باعث چاروں خانے چت پھینک دیا ہو۔ تو پڑا پڑا۔ توبہ کرے۔ توبہ میں وہ تاثیر ہے۔ کہ پھر اُٹھ کھڑا ہو جسکی آنکھیں ہوں۔ وہ دیکھے۔ اور جس کے کان ہوں وہ سُنے۔ اب اس توبہ کی تاثیر دیکھو سو جنھوں نے اُسکی بات سُنی اور خوشی سے قبول کی بپتسمہ پایا۔ اور اُسی روز تین ہزار آدمی کے قریب شامل ہوئے۔ یعنے

توبہ کی اور کیسی توبہ - کہ اپنی ساری ملکیت اور سارا اسباب بیچ کر ہر ایک کی ضرورت کے موافق سب کو بانٹ دیتے رہے - اور ہر روز ایک دل ہو کے خدا کی تعریف اور حمد کیا کرتے تھے - اور سب لوگوں کے نزدیک عزیز تھے - کیا یہہ مثال اس مثال سے کم ہے - کہ جو انصار - مہاجرین کے ساتھہ سلوک کرتے تھے - میرے نزدیک تو بالکل فرق نہیں - کیا یہہ اُسی ہدایت کی روح کی برکت نہیں - جس کو اُس خدائے پاک - قادر - دانا - بینا - نے - خود ایک منکر یعنی مرزا صاحب کے قلم اور دل سے جبراً یہہ ترجمہ کرا دیا - خدا کا کوئی فعل عبث نہیں ہے - کہاں - ناکامیاب - ناکامیاب - ناکامیاب کہاں خود ہی منفر - کہ کامیاب - کامیاب - کامیاب - گئے تھے نماز بخشوانے روزہ گلے پڑ گئے - ہر لمحہ راز وائے - کل امر مرہون باوقاتہا - باپ کی ناؤ بھر کر ڈوبتی ہے - اب ذرا غور کرو - اس ہدایت کی روح نے کہانتک ترقی کی کہ دنیا میں کوئی ایسی قوم ہے کہ جس میں یہہ ہدایت کی روح نے حلول نہ کیا ہو حتی کہ سیبو جیون تک وحشی انسان اس سے محروم نہ رہے شمار میں اس وقت دیکھہ لو کہ دنیا میں کسقدر موجود ہیں اُن کی تعداد خود مرزا صاحب جانتے ہیں عیاں را چہ بیاں افسوس صد افسوس چاند پر تھوکنا - مرزا صاحب نے اس ترجمہ میں ایک بڑی بھاری غلطی کی ہے - یعنے باذن اللہ کا لفظ نہیں ڈالا - اگر یہہ شامل کر دیتے تو کسی قدر اقتدار حضرت مسیح علیہ السلام کا کسی کے ماتحت رہتا مگر مرزا صاحب نے تو خود ہی اسقدر اقتدار بڑھا دیا - کہ جس کا کچھہ حد و حساب ہی نہیں رد کیا ہے - وہ یہہ ہے ایسی روح پھونکی کہ جس سے وہ پرواز کرنے لگ گئے - فاعل فعل خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مان لیا - مشتیکہ بعد از جنگ یاد - آید بر کلہ خود باید زد - نہ بر کلۂ موحد - خدا کے حکم کو کون روک سکتا ہے - یہہ قلم قدرت تھی - جو چل گئی - اگر مرزا صاحب اب اسکی ترمیم کریں تو شایاں نہیں جب مرزا صاحب کی تحریر میں خود ہی اثبات و نفی - بھرا پڑا ہے - تو اُن کی تردید کے لئے کسی اور مضمون کے سوچنے کی حاجت ہی نہیں ہے - میری رائے میں جو کسی صاحب رائے نے آپکے ایسے مضمونوں پر رائے نہیں دی - یا تو مرزا صاحب کی عبارت آرائی کے جال میں پھنس گئے یا دیدہ و دانستہ - اغماض بدیں نظر کیا کہ اپنا بیش بہا وقت کیوں ضائع کیا - مرزا صاحب نے

ایسی پھسلنی زمین میں کیوں قدم رکھا کہ قدم قدم پر پھسلتے چلے جاتے ہیں اور منہہ کی کھاتے ہیں اور پھر بڑھے چلے آتے ہیں سارے شرم کے اب پیچھے ہٹنا - وبال جان ہوگیا - اسوقت تو اس مضمون کو یہیں چھوڑتا ہوں کیونکہ اگر صرف اسی مضمون مرزا صاحب پر رائے دیئے جاؤں تو صدہا ورق اور چاہئیں - اگر وقت نے فرصت دی اور کچھ شوق ارباب بصیرت بھی اس طرف پایا گیا - تو باقی آئندہ - انشاء اللہ تعالیٰ +

تنبیہہ

واضح ہو کہ یہہ ہدایت کی روح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اقتدار سے بقول مرزا صاحب جو پھونکی تھی - وہ اُسوقت پھونکی تھی جب بقول عیسائیوں کے بعد واقعہ صلیب قبر سے نکلکر اور بقول مرزا صاحب سخت غشی کی حالت سے تیسرے دن قبر میں ہوش میں آکر اور قبر سے نکلکر جب اپنے شاگردوں پر جو ایک مکان میں جمع تھے ظاہر ہوئے جس سے وہ سب روح القدس سے بھرپور ہو کر طرح طرح کی زبانیں بولنے لگ گئے تھے اور یہہ واقعہ جو اوپر ذکر ہوا ہے وہ شاگردوں کی پہلی کرامت ہے جس سے ہزارہا آدمی غیر قوموں اور غیر زبانوں والے ایمان لائے تھے +

روح القدس کا جلوہ

کیا بیج بونے کیوقت درخت میں پھل پکتا - اور کھایا جاتا ہے نہیں بلکہ پچاس ہزار برس کے بعد پھل لگتا ہے کیا اسلام تمام دنیا میں مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک - ایک دم میں پھیل گیا نہیں ابتک پھیلتا جاتا ہے + اسلام کے اول زمانہ کی وسعت کو یعنے خود حضرت کیوقت کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقت کی وسعت سے مقابلہ کرکے دیکھو مسیحیت کی وسعت اُسوقت کے حواریوں کے وقت کی وسعت سے مقابلہ کرکے دیکھو تم خود انصاف اور فیصلہ کرلوگے کہ مرزا صاحب کا کلام کہانتک لغو اور پوچ ہے +

ضمیمہ

اس ناقص الرائے نے جو نسبت مباحثہ مرزا صاحب - و مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی حصہ دوم مضمون اول میں تحریر کیا ہے اُسکی تائید میں نقل رسالہ عجالہ نافعہ مصنفہ مولانا مولوی مشتاق احمد صاحب مدرس گورنمنٹ سکول لودیانہ مسمی بہ رائے منصفانہ نسبت مناظرہ لودیانہ واقعہ مابین مرزا غلام احمد قادیانی و مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی - ذیل میں درج کیجاتی ہے +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداللہ تعالیٰ ومصلیا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

امّا بعد رسالہ الحق مؤلفہ مولوی عبدالکریم سیالکوٹی جس میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا مناظرہ واقعہ لودیانہ تمام نقل کیا ہے خاکسار کی نظر سے گذرا آخر رسالہ میں مرزا صاحب نے اپنی تقریر میں پبلک کو رائے دینیکا اختیار دیا ہے لہذا اُسکے مطالعہ کے بعد جو کچھہ اس خاکسار کے خیال میں آیا وہ تمام مسلمانوں پر ظاہر کرتا ہے اس مباحثہ میں تمام باتیں ایسی نہیں جن پر قلم اُٹھایا جائے اور ضرور ہی کچھہ رائے دیجائے ہاں چند امور التفات کے لائق ہیں منجملہ اُنکے ایک یہہ کہ اِس مباحثہ نے کیوں اِسقدر طول پکڑا بارہ روز تک رہا پھر بھی اصل مقصود میں گفتگو کی نوبت نہ پہنچی *

طرفداران مرزا صاحب کہتے ہیں کہ دانستہ مولوی محمد حسین صاحب نے مقصود اصلی میں گفتگو نہیں کی کیونکہ اُنکے پاس دلایل نہ تھے شرائط ہی میں بحث کرتے رہے۔ خاکسار کے نزدیک یہہ امر غلط اور محض سوء ظنی ہے بلکہ روئیداد مباحثہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ گفتگو کا سلسلہ اسواسطے دراز ہوتا گیا کہ مولوی محمد حسین صاحب کے اس سوال کا ٹھیک جواب ہی مرزا صاحب نے نہیں دیا (کہ کتب حدیث خصوصاً صحیحین کی احادیث صحیح اور لائق حجت شرعی ہیں یا نہیں) بلکہ مرزا صاحب نے قسم قسم کی عبارات اور طرح طرح کے الفاظ میں اصلی جواب سے (جو مصطلح اہل اسلام ہے) بچنے کے واسطے یہہ بنا جواب گھڑا کہ جو احادیث کتاب اللہ کے موافق ہونگی وہ صحیح اور جو مخالف ہونگی وہ غیر صحیح ہونگی *

فی الواقع یہہ جواب نہیں بلکہ جواب سے گریز ہے اِس سوال کے جواب میں جملہ شرطیہ کب درست تھا بلکہ جملہ جزیہ میں جواب دینا لازم تھا خواہ موجبہ ہوتا کلمہ نعم کے ساتھہ یا سالبہ کلمہ لا کے ساتھہ ہوتا اور یہہ بھی اختیار تھا کہ جملہ کلیہ ہوتا یا جزیہ ہوتا قرآن شریف کو جو صحت احادیث کا معیار ٹھہرایا ہے اگرچہ بادی النظر میں علوم دین سے ناواقفوں کو بھلا معلوم ہو مگر فی الواقع صحیح حدیث کی اس تعریف سے دین اسلام کی بنیاد کو اُکھاڑ دینا ہے کیونکہ بشرط توافق قرآن احادیث کا صحیح اور حجت شرعی ہونا حدیث کی کچھہ عزت نہیں بڑھاتا بلکہ جو مضمون قرآن شریف کے موافق ہوگا اسکا قائل یہودی ہو یا نصاریٰ ہو وہ بلا شبہ صحیح ہوگا کیونکہ اس مضمون کی وجہ صحت توافق قرآن ہے۔ واضح ہو اس مسئلہ میں جو صحابہ نے فتوی دیا ہمیں اُسپر عمل کرنا اور

اُسی کے موافق اعتقاد رکھنا لازم ہی مبادا ایمان ہاتھ سے چلا جاوے ونعوذ باللہ من ذالک۔ سنن دارمی میں روایت ہی کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان کی ایک شخص نے کہا قرآن شریف میں اِس کے خلاف ہی سعید بن جبیر نے اسکے جواب میں فرمایا میں حدیث رسول اللہ سُناتا ہوں اور تو قرآن شریف سے اسپر اعتراض کرتا ہی اور یہہ خبر نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے زیادہ قرآن شریف کے عالم تھے +

اور حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو صحیحین کی حدیث ہی وہ سچے مسلمانوں کو کیا عمدہ ہدایت کرتی ہی وہ یہہ ہی کہ عبد اللہ بن مسعود نے بدن گودنے والی اور گودوانیوالی عورتوں پر لعنت کی ایک عورت نے آکر کہا مجھ کو یہہ خبر پہنچی ہی کہ آپ لعنت کرتے ہیں اُنہوں نے جواب دیا کیونکر لعنت نہ کروں میں اُنپر جنپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہی اور جنپر قرآن شریف میں لعنت کی گئی ہی عورت نے کہا میں نے تو قرآن شریف میں کہیں نہیں پڑھا عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا اگر تو قرآن شریف پڑھتی تو پالیتی کیا تو نے یہہ آیہ نہیں پڑھی ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا عورت نے یہہ آیہ سُنکر جواب دیا بیشک درست ہی مطلب اِس حدیث کا یہہ ہی کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ موافق آیہ مذکورہ قرآن شریف میں موجود ہی اور قرآن ہی کا حکم ہی جو حدیث کو قرآن کے خلاف ظاہر کرے وہ فی الواقع قرآن شریف ہی کا منکر ہی۔ اور چونکہ حدیث رسول اللہ قرآن شریف سے دوم درجہ پر اصل شرع ہی لہذا اجلہ علماء اسلام مجتہدین محدثین اصولین متکلمین وغیرہم رحمہم اللہ نے جہاں اصول شرع بیان کئے ہیں وہاں حدیث کے ہمراہ کوئی قید نہیں لگائی یعنے یہہ نہیں کہا کہ بشرط توافق قرآن وہ اصل شرع ہی ورنہ اصل شرع نہیں ہاں قیاس مجتہدین کو جہاں اصل شرع بیان کیا ہی وہاں یہہ بھی لکھدیا ہی کہ اگر قیاس قرآن و حدیث سے مستنبط ہوگا تب معتبر ہوگا غرض توافق قرآن کی شرط انکی کلام پاک کی صحت کیواسطے لگانا جنپر خود قرآن نازل ہوا اسلام کو جواب دینا ہی مرزا صاحب اور سید احمد خان کے سوا آجتک کسی مصنف اسلام نے کسی اسلامی کتاب میں حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت اور معتبر ہونے کیواسطے اس قید کو نہیں بڑھایا البتہ اسمیں شک نہیں کہ حدیث اُحاد پر کتاب اللہ مقدم ہی کیونکہ وہ ظنی ہی اور کتاب اللہ بوجہ تواتر قطعی الثبوت ہی علماء حنفیہ جنہی الوسع قرآن و حدیث دونوں پر عمل کرتے ہیں مثلاً رکوع اور سجود میں تعدیل اور اطمینان کو جو حدیث سے ثابت ہی واجب العمل جانتے ہیں اور مطلق رکوع و سجود کو جو قرآن شریف سے ثابت ہی فرض اعتقاد رکھتے ہیں چنانچہ نور الانوار میں اس مسئلہ کے متعلق لکھا ہی فما ثبت بالکتاب یکون فرضا لانہ قطعی وما ثبت بالسنۃ یکون واجبا لانہ ظنی +

مرزا صاحب متعدد جگہہ علماء حنفیہ کا یہہ مذہب نقل کرتے ہیں کہ حدیث احاد کے ساتھہ نسخ یا زیادت علی کتاب اللہ

جائز نہیں کہتے بیشک صحیح اور مسلم مگر اسکی وجہ صرف تواتر کتاب اللہ اور عدم تواتر حدیث ہی نفس حدیث کی دلیل شرعی ہونے میں کوئی قید زائد نہیں لگاتے بلکہ اگر حدیث بھی کتاب اللہ کیطرح متواتر یا مشہور ہی ہو تو اس سے زیادت علی کتاب اللہ درست جانتے ہیں پس مرزا صاحب کو یہہ مسئلہ زیادۃ علی کتاب اللہ بصورت تواتر حدیث اور عدم زیادت بصورت احاد ہونے کے نقل کرنا کچھہ بھی مفید نہ ہوا تعجب ہی مرزا صاحب نے اپنے اسی مطلب مخالف جمہور اہل اسلام کے ثابت کرنیکے واسطے ایک موضوع[1] حدیث کو بخاری کی حدیث بتلادیا اور یہہ بھی خیال نہ کیا کہ خود اُنکے ہی اس قاعدہ متحدثہ کی رو سے یہہ حدیث موضوع ہی کیونکہ قرآن یعنے وما اٰتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا کے مخالف ہے اور مرزا صاحب کے نزدیک جو حدیث مخالف قرآن کے ہو وہ غیر صحیح ہی +

تلویح کے حوالہ دینے پر مرزا صاحب سے یہہ دھبہ (موضوع حدیث کو صحیح حدیث کہدینے اور بخاری میں نہ ہونے پر بخاری کی حدیث بتلادینے کا) ہرگز نہیں دُور ہوگا اگر جمہور کے موافق یہہ حدیث صحیح تھی تو کہیں سے اسکی اسناد نقل کرکے تعدیل رواۃ کرتے اور اگر مرزا صاحب کے قاعدہ مخترعہ کے مطابق صحیح نہی تو بے دیکھے رجماً بالغیب بخاری کا حوالہ دینے صاف کہتے کہ ہمارے قاعدہ اور تعریف کے رو سے یہہ حدیث صحیح ہی مگر افسوس تو یہہ ہی کہ اُن کے قاعدہ کے موافق بھی بوجہ مخالفت قرآن اس حدیث کا نہ صحیح ہونا ثابت ہی کما مَرَّ انفاً +

صاحب تلویح علامہ تفتازانی نے خود بخاری کا حوالہ نہیں دیا بلکہ صاحب کشف کو جواب دینے کی غرض سے یہہ کلمہ بطور شرط لکھا ہی واِن اَرادُ البخاری ھذا الحدیث سو اگر صاحب کشف یا خود علّامہ موصوف ہی سے اس حوالہ دینے میں خطا ہوگئی ہو تو اُن کی فضیلت اور بزرگی میں فرق نہیں آتا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رُفِعَ مِن اُمّتی الخطاء والنسیان میری اُمّت سے بھول چوک معاف ہی یہہ تو عالم مقلد تھے مجتہد سے خطا و صواب دونو ہوتے ہیں[2] لیکن اس خطاب کو اب عمداً دانستہ باوجود ہزارہا نسخہ جات

[1] وہ حدیث یہہ ہی تکثر لکم الاحادیث من بعدی فاذا روی لکم حدیث فاعرضوہ علی کتاب اللہ فما وافقہ فاقبلوہ وما خالفہ فردوہ ترجمہ میرے بعد تمہارے پاس بہت احادیث پہنچینگی۔ جب کوئی حدیث پہنچے اسی کتاب اللہ پر پیش کرو اگر موافق کتاب اللہ ہو قبول کرو اور جو مخالف ہو رد کرو۔ جملہ محدثین کے نزدیک یہہ حدیث موضوع اور زندیقوں کی گھڑی ہوئی ہی فوائد مجموعۂ قاضی شوکانی صفحہ ۹۰ دیکھو + ۱۲ -

[2] دور کیوں جائے مرزا صاحب ہی جابجا اپنے اس جدید دعوی مسیح موعود ہونیکی دُھن میں عالم علوم اولین و آخرین سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خطا اجتہادی بار بار ثابت کرنیکے درپے ہوتے ہیں فذھب وھلی جس حدیث میں مذکور ہی وہ آپنے خوب یاد کر رکھی ہی جسکی تحقیق انشاء اللہ تعالی ازالہ اوہام کے جواب میں کیجاویگی - ۱۲ +

مطبوعہ وقلمی بخاری شریف کے موجود ہونے کے) صواب بنانا اور پھر اپنے مطلب کے لیئے اِسی پر مُصِر رہنا اور اڑ جانا اور یہہ کہنا کہ شاید کسی قلمی نسخہ میں ہو اسلام سے بمراحل بعید اور ثقاہت سے فرسخوں دور ہی +

مرزا صاحب اسی مباحثہ میں ایک جگہ اپنے اس دعوی مخترعہ کی دلیل بیان کرتے وقت فرماتے ہیں (ایسی حدیث کو جو مخالف نص قرآن کے ہو ہم موضوع قرار دینگے کیونکہ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہی فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَ اللّٰہِ وَاٰیَاتِہٖ یُؤْمِنُوْنَ یعنے تم بعد اللہ اور اُس کے آیات کے کس حدیث پر ایمان لاؤ گے الخ)

ایہا الناظرین یہہ آیہ سورہ جاثیہ کے پہلے رکوع میں واقع ہی جسکے اوّل میں خدا تعالےٰ فرماتا ہی اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیَاتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یعنے آسمانوں اور زمینوں میں ایمان لانے والوں کے واسطے البتہ نشانیاں ہیں پھر چند آیات میں تفصیل ان نشانیوں کی بیان کی ہی یعنے انسان کا پیدا کرنا جانوروں کا پھیلانا رات دن کا مختلف ہونا رزق کا آسمان سے اُترنا ہواؤں کا بدلنا یہہ سب بیان کر کے فرماتا ہی تِلْکَ اٰیَاتُ اللّٰہِ نَتْلُوْھَا عَلَیْکَ بِالْحَقِّ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَ اللّٰہِ وَاٰیَاتِہٖ یُؤْمِنُوْنَ ترجمہ یہہ نشانیاں ہیں اللہ کی ہم سناتے ہیں تجھہ کو ٹھیک پھر کونسی بات پر اللہ اور اُسکی نشانیاں چھوڑ کر ایمان لاوینگے اب ناظرین خود ہی نتیجہ نکال لیں کہ اس آیۃ میں کلمہ حدیث سے کیا مراد اور کلمہ آیات اللہ کا کیا مطلب ہی لہذا جو مرزا صاحب نے حدیث سے حدیث نبوی اور آیات سے آیات قرآنی مراد لیں یہہ تفسیر بالرائے نہیں تو اور کیا ہی صرف آیۃ کے ایک جز کو اپنے دعوی جدید کی دلیل میں لانا اور ما سبق کا خیال نہ کرنا ایسا ہی ہی جیسے بعض دین کے دشمن نماز نہ پڑھنے کیواسطے صرف لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ ہی پڑھہ دیا کرتے ہیں وَ اَنْتُمْ سُکٰرٰی کو حذف کر جاتے ہیں +

اور اگر مرزا صاحب کلمہ حدیث کو اس آیۃ میں حدیث رسول اللہ ہی پر محمول کر کے اپنا مطلب ثابت کرنا چاہیں تو پہلے یہہ ثابت کر دیں کہ قرآن شریف میں جہاں کہیں حدیث کا لفظ آوے اس سے حدیث رسول اللہ ہی مراد ہوگی مگر ان آیات کو بھی خیال میں رکھیں ومن اصدق من اللہ حدیثا ۔ افبہذا الحدیث انتم مدہنون +

تنبیہہ

مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے آپکو مسیح موعود ثابت کرنے کیواسطے یہہ طرز جدید احادیث رسول اللہ صلی اللہ

علیہ کے غیر معتبر کر دینے کو اختیار کیا ہی تاکہ اپنے خیال کے موافق یہہ کہکر آسانی سے مدعا ثابت کرلیں کہ جن احادیث میں عیسیٰ بن مریم کے نزول کی خبر مخبر صادق نے دی ہی وہ احادیث بوجہ تقابل و تخالف قرآن موضوع اور غیر معتبر ہیں حالانکہ امر برعکس ہی یعنی مسئلہ نزول عیسیٰ بن مریم میں قرآن و حدیث دونوں متفق ہیں چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے حدیث نزول بیان کرکے آیہ قرآنی اسکی تائید میں پڑھدی جب آیہ حدیث نزول کے موافق تھی تو موید ہوئی ورنہ کسطرح تائید ہوتی اور اگر بالفرض قرآن شریف کو مسئلہ نزول میں حدیث کے ساتھہ موید نہ کہیں تو قرآن اس مسئلہ میں ساکت ہی حدیث کے معارض نہیں انشاءاللہ مفصل اس مسئلہ نزول کی تحقیق اور مرزا صاحب کے شبہات کے جوابات بشرط تائید الٰہی و توفیق ایزدی و ضرورت وقتی مرزا صاحب کے رسالہ ازالہ اوہام کے جواب میں لکھے جائینگے الحاصل مرزا صاحب نے تو اس مباحثہ میں جو طرز اختیار کیا وہ اکثر اصول اسلام کے خلاف اور قواعد نیچریہ کے موافق ہی اور مولوی محمد حسین صاحب نے اس مباحثہ میں چند غلطیاں کیں - مرزا صاحب کی یہہ بات قبول کرلی کہ غیبت میں فریقین اپنے اپنے گھر پر لکھیں جس سے یہہ طوالت بڑھ گئی - مناظرہ تحریری قبول کرلیا اگرچہ پہلے اُن کی یہی رائے تھی کہ فریقین تقریر کریں دو کاتب لکھتے جائیں لیکن آخر میں مرزا صاحب کی رائے قبول کرلی یہہ بھی باعث طوالت ہوگیا سب سے بڑی غلطی یہہ ہوئی کہ کسی کو حکم نہ ٹھہرایا اس غلطی کو آخر میں وہ بھی سمجھہ گئے تجربہ نہ ہونے کے باعث سے صرف مرزا صاحب کی شرائط قبول کرلیں اگرچہ اس سے پہلے انکی رائے حکم مقرر کرنیکی تھی بحث اصول موضوعہ کو اتنا طول دینا فضول تھا کیونکہ اصل مطلب تو مرزا صاحب کی تحریر سے مستنبط ہوسکتا تھا اگرچہ انہوں نے اپنی کسی مصلحت کے باعث سے صاف لفظوں میں جواب نہ دیا لیکن شاید مولوی صاحب کی اس میں کوئی مصلحت ہو - ولکل وجہۃ ہو مولیہا - وہذا آخر الکلام فی ہذا المقام والحمد للہ علی حسن الاختتام

کتبہ بندہ مشتاق احمد حنفی چشتی عفی عنہ +

جدید تحقیقات - کتب [illegible] شیخ محمد بن عبد الوہاب - نجدی
ابو الحسن شیخ محمد بن عبد الوہاب بن سلیمان بن حسن بن عبد الرحمان بن علی بن محمد بن احمد بن راشد بن
بریدہ بن عامر بن محمد [illegible] بن زید بن شرف [illegible] الوائلی التمیمی من مضر - اور ولادت [illegible] عیینہ
من ارض القصیم عوالی نجد اور مشہور ارض المشرق ہے - اور تلمذہ شیخ الاسلام عبد اللہ بن ابراہیم
بن عبد الرحمان بن محمد بن [illegible] الدمشقی - اور یہہ شیخ مجدد واسطہ من تلامذہ شیخ الاسلام امام تقی الدین
ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام تیمیہ الحرانی سے - [illegible] 27.7.28

اور باقی تخت گاہ حکومت نجد [illegible] عبد اللہ بن فیصل [illegible] عبد العزیز بن سعود بن عبد الرحمن [illegible]
[illegible] ہوگئے - اور محمد بن رشید - امیر جبل [illegible] - الشیخ عبد اللہ بن فیصل جو حاکم نجد تھا وہ [illegible] ہوگئے

شیخ محمدؐ بن عبد الوہاب نجدی کا مختصر حال

اہل اسلام ہند شیخ محمدؐ کے بارہ میں باہم مختلف ہو رہے ہیں اور اُسکی اصلی حال سے عوام بلکہ اکثر خواص بھی پُورے پُورے واقف نہیں ہیں اسواسطے قدرے حال اسکا جو انشاء اللہ تعالیٰ افراط و تفریط سے معرا و مبرا ہوگا بطور ضمیمہ رسالہ ہذا کے ذیل میں درج کیا جاتا ہے + اس تحریر سے ہماری یہہ غرض نہیں ہے کہ اہل سنت جو مقلدین خوش ہوں یا غیر مقلدین ناراض یا فریق اوّل ناراض ہوں اور فریق دویم خوش بلکہ غرض یہہ ہے کہ جس سے یہہ طریقہ غیر مقلدی۔ اگر سچ ہی جاری ہوا اُس کا من وعن حال معہ طریقہ تعلیم و سفر و عقاید اختراعی یا غیر اختراعی ظاہر ہو۔ ہم اس پر اپنی کوئی رائے اسکے اختراعی معاملات کی نسبت قائم نہیں کرتے۔ صرف ناظرین رسالہ ہذا کی تحقیق پر چھوڑتے ہیں امید کہ جیسا کچھ تحقیقات سے ظاہر ہو بطور خود اُس کو تسلیم یا ترمیم فرمادیں پس واضح ہو کہ وہ شیخ محمدؐ بن عبد الوہاب بن سلیمان بن علی بن محمد بن احمد بن راشد بن یزید بن محمد بن یزید بن مشرف کہتے ہیں کہ قوم مضر سے ہے پھر بنی تمیم سے ولادت اُس کے خاص شہر عنیبہ میں جو ملک نجد سے ہے ۱۱۱۱ھ ہجری میں ہوئی اور پرورش بھی اُسی شہر عنیبہ میں پائی پھر قرآن شریف اور کچھ دوسرے علم اپنے والد سے حاصل کئے اور وہ پیرو و فقیہہ مذہب حنابلہ کا ہے پھر مکہ معظمہ کا سفر اختیار کیا اور حج بیت اللہ ادا کیا پھر مدینہ منورہ میں جاکر مشرف زیارت روضہ منورہ پیغمبرؐ حاصل کیا اور اُس جگہ شیخ عبد اللہ بن ابراہیم نجدی صاحب ابو المواہب بعلے دمشقی کی خدمت میں علم ضروری سیکھے پھر اپنے والد کے ساتھ شہر حرملا میں جو نواح نجد میں ہے جا رہا جب والد نے وفات کی تو عنیبہ کی طرف چلا گیا اور چاہا کہ لوگوں کو اپنی وعظ اور نصیحت کیطرف متوجہ کرے پس عنیبہ والے تو اُسکے دعوت سے نہایت خوش ہوئے پھر درعیہ میں سکونت اختیار کی اور اُس جگہ کے امیر نامی محمد بن سعود نے جو قوم ال مُقرن یا بنی حنیفہ پھر ربیعہ سے تھا اُسکی اطاعت منظور کی یہہ بات ۱۱۵۹ھ ہجری میں وقوع میں آئی بعد اسکے پھر تو دعوت اسکی تمام نجد میں اور عرب ورے ورے دریاے عمان تک پھیل گئی اور ۱۲۰۰ھ ہجری تک حجاز اور یمن کے سوا کہیں آگے نہ ٹھہرے دراصل وہ آدمی عالم متبع سنت تھا اور اسکی نفس پر غربت امتناع زائد الوصف تھی رسائل اور مسائل اُسکے مشہور ہیں اُن میں مقبول بھی ہیں اور مردود بھی زیادہ باعث بیزاری لوگوں کے اُس میں دو خصلتیں ظاہر تھیں ایک تکفیر تمام باشندگان مُلک بادنی خلاف دوسری خونریزی بلا اقامت حجت شیخ محمدؐ نے بزعم خود شیخ اسلام ابن تیمیہ اور اُسکے شاگرد ابن قیم نے اتباع پر اپنے طریقہ کی بنا قائم کی تھی اور وہ دونوں عالم ہیں عامل نقی تقی ثقہ منصف پس بعضے مسائل ہیں بحسب اطلاع انکی صائب ہیں اور بعضے میں مخطی واقع ہیں اسکے پند و نصائح سے بعض احکام شرع محمدی جاری بھی ہوئے۔ اور اکثر اباطیل ملک نجد و یمن و حجاز سے مٹائی گئی وہ جو صاحب رد المحتار حاشیہ درّ مختار نے ذکر اسکا باب المتبعات میں لکھا ہے مسامحت سے خالی نہیں کیونکہ عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب کو جو فتح مکہ کیوقت امیر سعود کے ہمراہ تھا اپنے رسالہ میں ان سب باتوں سے جو وہابیہ پر تہمت کرتے ہیں انکار کرتا ہے۔ اور اہل سنت و جماعت کے عقیدہ

۲ محمد بن عبد العزیز آل مقرن قوم عاد سے تھا۔ اور حاکم نجد۔ جبل مطان۔ وہیں کے بعض حصہ کا تھا
فوج ترک ... اکثر جنگ ہوئی

کے خلاف سے بیزاری اُس میں لکھتا ہی کہ ہم نے اس اپنے عقیدہ کو لکھکر ہر چہار مذہب کے علما کے آگے پیش کیا اور سبھوں نے تسلیم کیا چونکہ وہ رسالہ دیار ہند میں عزیز الوجود اور کمیاب ہی لہذا میں واسطے خوشی خاطر احباب کے ماحصل اسکا درج ذیل کرتا ہوں +

چنانچہ وہ کہتا ہی کہ مذہب ہمارا اصل اہل سنت کا مذہب ہے اور طریقہ ہمارا طریقہ سلف صالحین ہی جو سب طریقوں سے اسلم و احکم ہی اور یہہ جو کہتے ہیں کہ متاخرین کا طریقہ احسن اور اتقن ہی ہمارا اس میں اتفاق ہی اور ہم آیات و احادیث کو ظاہر پر لیتے ہیں اور معنے اور حقیقت خدا کے حوالے کرتے ہیں جیسے امام مالک استویٰ علے العرش کے باب میں ظاہر کا اقرار کرتے ہیں اور کیفیت خدا کو سونپتے ہیں اور ہم معتقد ہیں کہ خیر و شر سب خدا کے ارادہ سے ہی اور اُس کے ملک میں وہ بھی ہوتا ہی جو وہ خود چاہتا ہی اور آدمی اپنے فعل آپ پیدا نہیں کرسکتا البتہ کسب کمالی اُسی کی ہی جس پر جزا اور سزا مرتب ہوتی ہی ثواب اُسکے فضل سے ہی اور عذاب عدل اور بندہ کا خدا پر کچھہ واجب نہیں قیامت کے دن مومنین کیواسطے دیدار خدا کا حق ہی جو بلا کیف ہوگا اور ہم فروع مسائل میں امام احمد بن حنبل کا مذہب رکھتے ہیں ان چاروں مذہب مشہورہ میں سے جسکی کوئی تابعداری کرے ہمیں کچھہ انکار نہیں بشرطیکہ چاروں سے باہر نہ ہو کیونکہ مذاہب غیر مضبوط نہیں رہے جیسے رافضی زیدیہ کرامیہ وغیرہ ہیں اور ہم اجتہاد مطلق کے مستحق نہیں اور نہ کسی نے ہمارے میں سے دعوی کیا البتہ جب ہم کو صحیح صریح غیر منسوخ اور غیر معارض کتاب و سنت ملجاوے تو اُس کو بلا تامل عمل میں لاتے ہیں اور اپنا موروثی مذہب چھوڑ دیتے ہیں اور آئمہ اربعہ کا بھی اس بات میں یہی حکم ہی جیسے دادا اور بھائی کی وراثت میں ہم دادا کو مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ہمارے مذہب حنبلی کا اس میں خلاف ہی اور ہم کسی مذہب کو نہیں چھیڑتے اور نہ کسیطرح تعرض کرتے ہیں۔ ہاں جب کسی کا مذہب نص جلی کے مخالف پاتے ہیں اور مسئلہ بھی شعار ظاہر سے ہو جیسے حنبلی اور مالکی کو قومہ اور جلسہ کی طمانیت کی بابت گرفت کرنی۔ کیونکہ اس میں دلیل صریح موجود ہی اور شافعی جو جہر بسم اللہ کرتے ہیں اُنکو اس میں تعرض نہیں کرتے واسطے موجود ہونے دلیل کے انکے پاس۔ الحاصل یہہ کہ جب دلیل قوی موجود ہو اُسکے مخالف کو البتہ روکتے ہیں اگرچہ اُسکے مذہب کے برخلاف ہو اور یہہ بات بھی بہت کم۔ اور یہہ جو بعض مسائل میں ہم دعوی اجتہاد برتتے ہیں یہہ کچھہ منع نہیں کیونکہ یہہ دعوی اجتہاد مطلق کا نہیں اسطرح کا اجتہاد تو ہمیشہ سے علمائے مذہب کا متواتر چلا آیا ہی یہی باعث ہی جو اکثر علما نے اپنے مذہب کے خلاف کتنی جگہ فتوی دیا ہے اور ہم کلام اللہ کے سمجھنے میں تفاسیر متداولہ سے مدد لیتے ہیں اپنی رائے کی دلیری نہیں کرتے۔ جیسے تفسیر ابن جریر اور اُس کی مختصر ابن کثیر سے اور بغوی اور بیضاوی اور خازن اور صدادی اور جلالین وغیرہ کے اور حدیث کے سمجھنے میں اکابر علماء کی شروحات سے کام نکالتے ہیں جیسے عسقلانی اور قسطلانی کے جو بخاری کی شرحیں مشہور ہیں اور نووی

اور شارح مسلم کی اور نووی کی جو جامع صغیر کی شرح ہی اور ہم کتب حدیث کے دل سے مشتاق ہیں خصوصا صحاح ستہ اور انکی شرحوں کی اور ہم تمام مذاہب کی کتابوں سے سب فنون میں کیا اصول اور فروع اور قواعد اور سیر اور نحو و صرف وغیرہ سے استفادہ حاصل کرتے ہیں اور کسی کتاب کو ناکارہ نہیں کرتے البتہ جس میں شرک اور کفر بھرا ہو اُسکو مردود سمجھتے ہیں جیسے روض الریاحین یا جسکے سبب سے عقاید حقہ میں خلل واقع ہو۔ مثلاً علم منطق کے اور جو بعضے بدوی کتابیں اہل طائف کی ضائع کیں وہ انکی صرف جاہلیت تھی اُس سے روک دیے گئے اور ہم عربوں کو غلام بنانا درست نہیں گنتے اور نہ اُنکی عورتوں اور بچوں کا مارنا جائز جانتے ہیں اور یہہ عوام کے بہکانے واسطے جھوٹ ہی بٹ ہمارے ذمہ لگائے جاتے ہیں کہ ہم رائے و قیاس سے کلام اللہ کی تفسیر کرتے ہیں اور احادیث سے اپنے مطلب کے موافق مسئلے نکالتے ہیں اور پیغمبرؑ کا زبہ کلم کرتے ہیں کہ وہ قبر میں مٹی ہو گئے ہیں ہماری لاٹھی اُن سے زیادہ فائدہ مند ہی شفاعت نہیں ہی مختصر یہہ کہ وفات شیخ محمد کی ۱۲۰۶ھ ہجریہ میں ہوئی وہ جو ابن عابدین وغیرہ لوگوں نے کہہ رکھا ہی کہ محمد بن عبدالوہاب اپنے طریقہ کے سوائے دوسروں کو شرک جانتا تھا یہہ سب افترا معلوم ہوتا ہی عام عقیدہ اُس کا تو اہل سنت جماعت کا سا عقیدہ تھا جو کچھ اُسکی طرف نسبت کرتے ہیں اُن سے وہ اپنے حیات میں بیزار تھا پس اُسکو محدث دین جدید یا بانی مذہب غیر سدید کا سمجھنا بے انصافی سے خالی نہیں اور مانع شرک و بدعت کو پیرو اُنکا قرار دینا پرلے درجہ کی حق پوشی ہی حالانکہ دعوت اُسکی سرزمین یمن و حجاز سے آگے نہیں پھیلی۔ اور کسی نے علماء ہند سے اسکے عہد سے اس دم تک سلسلہ شاگردی کا یا اپنی ارادت کا اُسکی طرف ظاہر نہیں کیا ہے اور اُسکی تصانیف کے مطالعہ کی عادت ڈالی ہے اور نہ وہ کتابیں اس ملک میں رائج ہیں پھر خواہ مخواہ اس ملک کے موحدین کو اُسکا تابعدار شمار کرنا ناحق انصاف کی جان پر چھری چلانا ہی اور وہابی کہنا از ہمہ بدتر کیونکہ اُسکا نام تو محمد تھا پس تابع اُسکا محمدی کہا جاسکتا ہی نہ وہابی اور تصانیف و فتاوی شیخ محمد کے نجد میں بکثرت معروف و مشہور ہیں ٭

تمت



العبد

و مهر